ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

18 جون 2003ء۔ ۱۷ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ

www.tanzeem.org

جلد 12 شمارہ 21

■ شریعت بل کی منظوری! (اداریہ)

■ موجودہ اور سابقہ امتِ مسلمہ کا تاریخی تقابل (منبر و محراب)

■ وقت کی ضرورت (دعوتِ فکر)

کہاں سے آئے صدا....

تری نگاہ فرو مایہ' ہاتھ ہے کوتاہ
ترا گنہ کہ نخیلِ بلند کا ہے گناہ!

گلا تو گھونٹ دیا اہلِ مدرسہ نے ترا
کہاں سے آئے صدا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ!

خودی میں گم ہے خدائی تلاش کر غافل
یہی ہے تیرے لئے اب صلاحِ کار کی راہ

حدیثِ دل کسی درویشِ بے گلیم سے پوچھ
خدا کرے تجھے تیرے مقام سے آگاہ!

برھنہ سر ہے تو عزمِ بلند پیدا کر
یہاں فقط سرِ شاہیں کے واسطے ہے کلاہ!

نہ ہے ستارے کی گردش' نہ بازئ افلاک
خودی کی موت ہے تیرا زوالِ نعمت و جاہ!

اٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے غمناک
نہ زندگی' نہ محبت' نہ معرفت' نہ نگاہ!

(کلامِ اقبال از بالِ جبریل)

ڈاکٹر اسرار احمد

الھدیٰ

سورۃ البقرہ (۱۰۳)

بسم اللہ الرحمن الرَّحیم

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لا اُولٰٓئِکَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ o یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ
وَالْمَیْسِرِ ط قُلْ فِیْهِمَآ اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ز وَاِثْمُهُمَآ اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ط وَیَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ط قُلِ الْعَفْوَ ط کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَکُمُ
الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ تَتَفَکَّرُوْنَ o فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ط وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْیَتٰمٰی ط قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَیْرٌ ط وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُکُمْ ط وَاللّٰهُ یَعْلَمُ
الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَکُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ o﴾ (آیت۲۱۸ تا ۲۲۰)

''اور جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ بڑا بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔ وہ آپ سے
شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں۔ کہئے ان دونوں کاموں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں مگر ان کا گناہ ان کے نفع سے بہت زیادہ
ہے۔ نیز آپ سے پوچھتے ہیں اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں؟ کہئے جو کچھ تمہاری ضرورت سے زائد ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے احکام تمہارے لئے کھول کھول
کر بیان کرتا ہے تاکہ تم غور وفکر کرو دنیا اور آخرت میں' نیز وہ آپ سے یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ ان سے کہئے کہ ان کی اصلاح کرنا بہتر ہے اور اگر
انہیں اپنے ساتھ رکھ لو تو وہ تمہارے ہی بھائی ہیں۔ اور اللہ اصلاح کرنے والے اور بگاڑنے والے کو خوب جانتا ہے۔ اور اگر اللہ چاہتا تو تم پر سختی کر سکتا تھا۔ بے
شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔''

یقیناً جو ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ ایسے لوگ اللہ کی رحمت کی امید رکھیں تو حق بجانب ہیں۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان لوگوں میں
شامل کرے۔ آمین) اے نبیؐ یہ آپؐ سے شراب اور جوئے کے بارے میں بھی پوچھ رہے ہیں کہ یہ جائز ہیں یا ناجائز۔ آپؐ اُن سے کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں گناہ کا بہت بڑا
پہلو ہے اگرچہ کچھ منفعت یا خیر بھی ہے۔ مثلاً اگر شراب تھوڑی مقدار میں پی جائے تو یہ چستی کا باعث بنتی ہے۔ انسان چاک وچوبند اور Active ہو جاتا ہے۔ گویا یہ ایک طرح
کا ٹانک بھی ہے۔ اسی طرح جب کوئی جواری جیت جاتا ہے تو اُسے فائدہ ہوتا ہی ہے اس کے علاوہ وہ جیتے ہوئے مال سے صدقہ خیرات بھی کرتا ہے۔ اس زمانے میں جوئے
کے اڈے پر کچھ مسکین غریب اور فقراء کھڑے ہوتے تھے جو جیتنے والے کی طرف سے مالی امداد کی توقع رکھتے تھے۔ اسی طرح جوئے کے اندر بھی کچھ نہ کچھ خیر کا پہلو ہوا۔ اسی لئے
فرمایا کہ اگرچہ کچھ لوگوں کے لئے منافع بھی ہے لیکن ان دونوں کے گناہ کا پہلو نفع کے پہلو سے بہت بڑھ کر ہے۔ شراب اور جوئے کی حرمت کے سلسلہ میں یہ پہلا حکم ہے۔
آگے جا کر سورۃ المائدہ میں ان کی قطعی حرمت کا ذکر آ جائے گا۔ مگر ابتدا میں صرف سمت متعین ہوگئی کہ یہ چیزیں پسندیدہ نہیں۔ رفتہ رفتہ تدریجاً ان کی حرمت آ گئی۔
اسی طرح اہل ایمان پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں' کہہ دیجئے جو بھی تمہاری ضرورت سے زائد ہو۔ یہاں آخری حد بتا دی مگر تعین کے ساتھ مقدار نہیں بتائی بلکہ اس کو ہر آدمی
کے لئے Open رکھا ہے کہ اس کے اندر کتنا جذبہ اور اللہ کی رضا کی کتنی طلب موجود ہے۔ دیکھنا یہ ہے کون ہے جو اپنی اپنی ضروریات کو کم سے کم تر کرتا چلا جائے گا اور اللہ کی رضا
کے لئے زیادہ سے زیادہ نکالے گا۔ لہٰذا یہاں صرف یہ فرما دیا کہ اپنی ضرورت سے جو بھی زائد ہو اللہ کی راہ میں دے ڈالو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آیات کو واضح کرتا
ہے تاکہ تم دنیا وآخرت دونوں کے معاملات میں غور کر سکو۔

اور اے نبیؐ یہ آپ سے پوچھتے ہیں یتیموں کے بارے میں تو کہہ دیجئے کہ ان کی اصلاح اور بہتری چاہنا بہت اچھی بات ہے۔ مکہ میں یتیم کے مال کے بارے میں بہت
سخت حکم آیا کہ یتیم کے مال کے قریب بھی مت جاؤ۔ عملی طور پر اس میں دشواری پیش آئی۔ مثلاً اگر کوئی یتیم کسی کی زیر کفالت ہوتا تو کفیل اس کے مال میں سے اس کے لئے الگ
کھانا پکاتا اور احتیاط کرتا کہ کہیں اس کے کھانے میں سے وہ کوئی لقمہ نہ کھا جائے۔ یہاں اس تنگی اور دشواری کو دور کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہر کسی کی نیت سے خوب واقف ہے' تم پر
یتیموں کی خیر خواہی تو لازم ہے لیکن ان کے مال میں سے بقدر ضرورت لے کر اگر ایک ہی جگہ کھانا پکا لو تو کوئی حرج نہیں۔ وہ تمہارے بھائی بند ہیں رشتہ دار ہیں اللہ کو خوب
معلوم ہے کہ کون مصلح ہے اور کس نے ان کا مال خود ہڑپ کرنے کے لئے اپنے مال میں ملایا ہے' اس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہ آسانی پیدا کر دی ہے۔ اگر وہ چاہتا تو
تمہیں اس معاملہ میں مشکل میں ڈال سکتا تھا۔ مگر اس نے تم پر نرمی کی ہے۔ بے شک اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

چوہدری رحمت اللہ بٹر

فرمانِ نبویؐ

اخلاقی برائیوں سے اجتناب کی تاکید

''حضرت جابر بن سلیمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی کسی کو گالی نہ دے اور نہ کسی اچھی چیز کو حقیر سمجھے اور جب تم اپنے (مسلم)
بھائی سے بات کرو تو خندہ پیشانی سے۔ یہ بھی اچھائی سے ہے۔ اور اپنے تہ بند کو آدھی پنڈلی سے اوپر تک رکھو۔ اگر تم اس سے انکار کرو تو ٹخنوں تک اور اپنے تہ
بند کو (ٹخنوں سے) نیچے نہ گراؤ' کیونکہ یہ تکبر میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں کرتا اور اگر کوئی انسان تجھے گالی دے اور طعنہ دے اس کے بارے میں
جو تجھ میں پائے تو اسے طعنہ نہ دو اس کے بارے میں جو تو اس میں (کوتاہی) پائے۔ کیونکہ اس کے عمل کا وبال اس پر ہوگا''۔ (ابوداؤد' الترمذی)

شیطان واقعی انسان کو ایسی روش پر لگا دیتا ہے کہ وہ اللہ کے احکامات کے خلاف کر کے اپنی شان میں اضافہ خیال کرتا ہے اور اللہ کے احکامات کا مذاق اڑانے پر آ جاتا
ہے۔ یہی حال آج کل امت مسلمہ کا ہے کہ مرد اپنے لباس کو ٹخنوں سے نیچے رکھنے میں عزت خیال کرتے ہیں اور عورتیں جن کو ٹخنے ڈھانپنے کا حکم ہے آدھی ٹانگ تک شوار کو لے
آئی ہیں۔ آج کل مسلمان اپنے عیبوں پر کم ہی نگاہ رکھتا ہے بلکہ دوسروں کے عیب بیان کر کے اپنے نفس کو تسلی دیتا رہتا ہے کہ صرف تم ہی عیب دار نہیں ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ پردہ
پوشی کو پسند فرماتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شریعت بل کی منظوری

2 جون کو سرحد اسمبلی نے صوبے میں اسلامی شریعت کو بالادست قانون قرار دینے کے لئے نفاذِ شریعت بل کو متفقہ طور پر منظور کر لیا ہے۔ شریعت بل کو ''شمال مغربی سرحدی صوبہ شرعی قانون بل مجریہ 2003ء'' کا نام دیا گیا ہے۔ اس قانون کے تحت صوبہ سرحد کے دائرۂ اختیار میں شریعت کو بالادست قانون کا درجہ حاصل ہوگا اور صوبے کی تمام عدالتیں صوبائی قوانین کی تشریح و تفسیر قرآن کے مطابق کرنے کی پابند ہوں گی۔

سرحد اسمبلی نے جس اتحاد و اتفاق، ہم آہنگی اور یک جہتی کے ساتھ شریعت بل کی منظوری دی ہے، وہ ہمارے موجودہ سیاسی کلچر میں ایک منفرد اور شاندار مثال کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ بل ایک صوبے کے غالب اکثریتی مینڈیٹ کے مطالبے پر جمہوری طریقے سے جمہوری انداز میں پیش کیا گیا۔ پاکستان میں جمہوری سیاست میں اہم کردار رکھنے والی ملک گیر لبرل پارٹیوں کے کہنہ مشق پارلیمانی نمائندوں نے بھی اس کی توثیق کی۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے نمائندے نے شریعت میں جو ترامیم تجویز کی تھیں، وہ انہوں نے واپس لے لیں اور یوں حزبِ اختلاف نے بھی بل کی منظوری میں برابر کا حصہ لیا۔ یہاں تک کہ غیر مسلم اقلیتوں کے منتخب نمائندوں نے بھی اس پر مسرت کا اظہار کیا اور شراب پر پابندی اور اقلیتوں کے شخصی حقوق کے تحفظ سے متعلق دفعات کو سراہا۔

ایک طرف تو پورے ملک اور بالخصوص صوبہ سرحد کے عوام میں مسرت کا اظہار کیا جا رہا ہے اور اسے ملک کے مستقبل کے لئے خیر و برکت کا باعث قرار دیا جا رہا ہے جبکہ دوسری طرف سیکولر حلقوں اور مرکزی حکومت کی بعض مقتدر قوتوں کی جانب سے شریعت بل کی منظوری پر نہ صرف خدشات ظاہر کئے جا رہے ہیں، بلکہ اسے روکنے اور صوبائی حکومت کو مختلف قسم کی پابندیوں میں جکڑنے کی مختلف تدابیر بھی اختیار کی جا رہی ہیں۔ اسلام آباد میں اعلیٰ سطحی اجلاس میں سرحد کے بعض ''انتظامی فیصلے'' کئے جا رہے ہیں۔ اعلیٰ سطحی اجلاس میں سرحد کے چیف سیکرٹری اور انسپکٹر جنرل پولیس کی فوری تبدیلی کا فیصلہ کیا گیا۔ اعلیٰ حکومتی عہدے دار اور ماہرین تجزیہ اس خطرے کا برملا اظہار پوری شدّت سے کر رہے ہیں کہ صوبہ سرحد شریعت بل کے نفاذ سے ملک کو کئی طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ دوسری طرف متحدہ مجلس عمل کی صوبائی حکومت پر سیاسی دباؤ ڈالنے کے لئے ضلعی ناظمین کے استعفے، بجائے اصولی اور قانونی طور پر صوبائی حکومت کو دینے کے، جنرل پرویز مشرف کو براہ راست بھیجے گئے۔ وفاقی شرعی عدالت کے مشیر ڈاکٹر اسلم خاکی ایڈووکیٹ کی جانب سے شریعت بل کو سپریم کورٹ میں چیلنج کرایا گیا۔ یاد رہے کہ ڈاکٹر اسلم خاکی نے متحدہ مجلس عمل سے تعلق رکھنے والے ارکانِ اسمبلی کی تعلیمی اسناد کو بھی عدالت عظمیٰ میں چیلنج کر رکھا ہے۔ علاوہ ازیں وفاقی حکومت نے گورنر سرحد کے انتظامی اختیارات بڑھا دیئے۔ ظاہر ہے کہ ایسے اقدامات کا ردِّعمل بھی ہونا چاہئے تھا۔ متحدہ مجلس عمل نے گورنر کی تبدیلی کا مطالبہ کر دیا اور لیگل فریم آرڈر اور شریعت بل کے مسئلے پر ملک گیر احتجاج کا عندیہ دے دیا ہے اور کہا ہے کہ اسلام آباد، لاہور، کراچی، پشاور اور کوئٹہ میں عوامی عدالتیں لگائی جائیں گی اور اگر جنرل مشرف نے 14 اگست تک وردی نہ اتاری تو لاکھوں آدمی اسلام آباد کی طرف احتجاجی مظاہرے کریں گے۔

ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ مرکزی حکومت شریعت بل کی منظوری سے اس قدر خائف کیوں ہے؟ جبکہ حکومتی دانشوروں کا یہ کہنا ہے کہ یہ بل اس ''نفاذِ شریعت ایکٹ'' کا محض اردو ترجمہ ہے جو وفاقی پارلیمنٹ نے منظور کیا تھا اور 18 جون 1991ء کو سرکاری گزٹ میں شائع ہوا تھا۔ یہ تو اور بھی اچھی بات ہے کہ صوبہ سرحد میں وفاقی حکومت ہی کے منظور کردہ شریعت ایکٹ کو نافذ العمل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ مرکزی حکومت کے اس قدر سیخ پا ہونے اور نامناسب طرزِ عمل اختیار کرنے کا سبب اس کے سوا اور کوئی نہیں کہ نفاذِ شریعت سے موجودہ حکمران اپنے آقاؤں امریکا کی ناراضگی کا خطرہ لاحق ہے، جبکہ جنرل پرویز مشرف صاحب اسی ماہ کے آواخر میں امریکی صدر بش سے کیمپ ڈیوڈ جیسے ''مقدس مقام'' پر اُن سے ''ون ٹو ون'' ملاقات کرنے والے ہیں، ایسے حالات میں صدر بش اور صدر مشرف بھلا کیونکر لفظ ''شریعت'' برداشت کر سکتے ہیں، کجا اس کا نفاذ۔

صوبہ سرحد کے وزیراعلیٰ اکرم درانی صاحب نے اعلیٰ تدبّر کا مظاہرہ کرتے ہوئے وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے مابین اس نئی آویزش سے خوش اسلوبی سے نمٹنے کا فیصلہ کیا ہے۔ وفاقی حکومت کو بھی چاہئے کہ ایسے اقدامات سے گریز کرے جو پاکستان کی بدنامی اور اس کی اساس یعنی نظریۂ پاکستان کی رسوائی کا سبب بنیں۔ یہ ملک اسلام کے نام پر بنا ہے اور اس کا مستقبل اور اس کا قیام استحکامِ اسلام ہی پر عمل کرنے سے عبارت ہے۔ قرآن و سنت پر مبنی نظام ہی پاکستان کے وجود کی واحد ضمانت ہے، یہی اہلِ پاکستان کا خواب، آرزو اور تمنا ہے۔

(ادارۂ تحریر)

ہفت روزہ **ندائے خلافت** لاہور
ایل آر ایل نمبر: 50 جلد: 12 شمارہ 21
سالانہ زرتعاون: 250 روپے قیمت: 5 روپے
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چوہدری
مقام اشاعت: 36۔ کے، ماڈل ٹاؤن لاہور فون 5869501-03
بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: فرقان دانش خان

نوٹ: ندائے خلافت میں شائع شدہ سیاسی تجزیوں اور تبصروں سے ادارے کا کامل اتفاق ضروری نہیں!

ایڈیٹر کی ڈاک

✿ یہ خط بہت دور مشرق ڈھاکا سے آیا ہے' ایڈیٹر کی ڈاک سے نکلا ہے' لیکن اس کا مخاطب ایڈیٹر نہیں' بلکہ کتاب نما صاحب ہیں۔ مکتوب نگار مولانا محمد ثمیر الدین ہیں جو ''تنظیم القرآن اکیڈمی بنگلہ دیش'' سے منسلک ہیں۔ لکھتے ہیں ''کتاب نما صاحب سے مخاطب ہوں۔ آپ کون اور نام کیا؟ مجھے اس کا کوئی علم نہیں ۔ ندائے خلافت ' شمارہ نمبر 17 یعنی 21 مئی کا پرچہ میرے سامنے ہے۔ عنوان ''کتاب نما'' کا غور سے مطالعہ کیا۔ بہت خوب تحریر ہے۔ مولانا نعیم صدیقی مرحوم سے میرے طالب علمی کے زمانے میں' اچھرہ لاہور کے محافل میں ملاقاتیں ہوتی رہی ہیں۔ اس وقت میں ایک گمنام طالب علم تھا' اس لئے ان کی اتنی اونچی شخصیت سے قریبی رابطہ نہ ہوا تھا۔ خیر اس وقت غالباً ''محسن انسانیتؐ'' ان کی زیر تحریر مسودے کی شکل میں ہوگی۔ وقتاً فوقتاً کئی رسالے میں اس کے منتخب حصے بھی شائع ہوتے رہے۔ بعد میں کتابی صورت میں آ گئی۔ کتابی صورت میں اس کا نسخہ میری نظر سے نہیں گزرا۔

یہ کتاب بنگلہ دیش میں کہاں سے مل سکتی ہے۔ ذرا پتا دیں۔ ممنون احسان رہوں گا۔ اگر پاکستان سے منگوانی ہو تو یہاں بنگلہ دیش میں زر مبادلہ کس طرح کہاں جمع کرادوں۔ راہنمائی فرمادیں۔ آپ نے ''کتاب نما'' کے زیر عنوان ناشر کتاب محمد فیصل صاحب کا ذکر فرمایا' لیکن ان کا اور ان کے ادارے ''الفیصل ناشران لاہور'' کا مکمل پتا تحریر نہیں فرمایا۔ ورنہ آپ کو خط لکھ کر آپ کا قیمتی وقت ضائع نہ کرتا۔ خوشی ہے کہ مرحوم نعیم صدیقی نے بنگلہ زبان میں ''محسن انسانیتؐ'' کا ترجمہ شائع کرنے کا عندیہ ظاہر کیا تھا۔ بنگلہ زبان میں اس کتاب کا ترجمہ شائع ہوا ہے کہ نہیں۔ بندے کو اطلاع دے دیں۔ اگر ہنوز ان کی یہ خواہش پوری نہ ہوئی تو بندہ اس کا ترجمہ بنگلہ زبان میں کر دینے کے لئے آمادہ ہے۔ ویسے میں فی الحال جناب ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کے رسائل کا ترجمہ بنگلہ زبان میں کر کے کتابیں شائع کر رہا ہوں۔ مرحوم نعیم صدیقی کی کتاب ''محسن انسانیتؐ'' کا ترجمہ کرنے کا شرف حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ میں ''تنظیم اسلامی'' کا ادنیٰ خادم ہوں۔ اپنی توانائی از روئے دستور تنظیم تنظیمی ذمہ داری نبھانے میں لگا رہتا ہوں۔

بھائی' دکھ کی بات ہے کہ بنگلہ زبان میں اہم کتابیں شائع کرنے کے بارے میں پہلے کافی توجہ نہیں دی گئی تھی۔ نتیجے میں مخالف اسلام تحریریں نئی نسل کے ذہنوں کو پراگندہ کرتی رہیں اور اب ملک دو حصوں میں بٹ گیا ہے۔ آخر منزل شاید ایک آتما میں حل ہو جانا ہے۔ یہاں کے ہندو علی الاعلان کہہ رہے ہیں کہ ملک کو 1945ء کے قبل کی حالت میں لوٹا دینا چاہئے۔ ان خطرات سے بچنے کے لئے یہاں کی نسلوں کے ذہنوں میں اسلامی تعلیم و تاریخ کے گوشے موثر انداز میں پیوست کرنے کی فکر کرنا ضروری ہے۔ شاید مرحوم نعیم صدیقی نے اس خطرے کو بھانپ لیا تھا اور ''محسن انسانیتؐ'' کو بنگلہ زبان میں شائع کرنے کا قصد فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ ''الفیصل ناشران'' کو مرحوم کی خواہش کی تکمیل کی توفیق و اسباب مہیا کردے''۔

[محترم مولانا صاحب! آپ نے بجا ارشاد فرمایا کہ اسلامی تعلیم و تاریخ کے بارے میں مستند لٹریچر کی بہت کمی رہی ہے۔ اب اس کا ازالہ ہو رہا ہے۔ اور ''تنظیم اسلامی'' کے علاوہ کئی اور اداروں کی جانب سے اسلامی لٹریچر طبع ہو رہا ہے جن میں ''الفیصل'' بھی شامل ہے۔ آپ کا خط ان تک پہنچا دیا گیا ہے وہ بھی جلد آپ کو خط لکھیں گے۔ ان کا پتا یہ ہے: ''الفیصل ناشران' غزنی سٹریٹ' اردو بازار لاہور'' رہ گیا ''کتاب نما صاحب'' کا تعارف تو وہ آپ کا خادم ہے۔ اپنا نام سید قاسم محمود بتاتا اور لکھتا ہے]

فیصل آباد سے محترمہ آصفہ بخاری لکھتی ہیں:

✿ پچھلے دنوں اخبار میں ایک افسوس ناک خبر پڑھ کر دل لرز اٹھا۔ تین سالہ بچی کا دو درندہ صفت ہاتھوں قتل۔ ہم آئے دن اس طرح کے اندوہ ناک واقعات اخبارات میں پڑھتے رہتے ہیں۔ جناب میں آپ کی توجہ اس طرف دلانا چاہتی ہوں کہ کیا ہمارے عوام اس قدر بے حس ہو چکے ہیں کہ ہم صرف خبر پڑھ کر کچھ دیر افسوس کر کے اس طرح کے واقعات کو بھول جاتے ہیں' لیکن روک تھام کے لئے کوئی عملی اقدامات نظر نہیں آتے۔ متعلقہ حکام سے اپیل ہے کہ اس واقعہ کے ملزمان کو قرار واقعی سزا دی جائے اور ان کی سزا بھی عوام کے سامنے لائی جائے۔ دوسرے اس قسم کے واقعات کی سب سے بنیادی وجہ غیر ملکی فلمیں اور کیبل نیٹ ورک ہے۔ اس فحاشی کو ختم کرنے کے لئے جلد از جلد ٹھوس اقدامات کئے جائیں تا کہ ہماری نئی نسل تباہی و بربادی سے بچ سکے اور اخلاقی بے راہ روی ختم ہو''۔

✿ یہ خط بھی ایک خاتون محترمہ عالیہ معروف کا ہے۔ وہ رضا بلاک' علامہ اقبال ٹاؤن' لاہور سے لکھتی ہیں: ''ندائے خلافت کے تازہ شمارے نمبر 20 میں ''گوشۂ خواتین'' کے دو کالم دیکھ کر خوشی ہوئی۔ چلئے دو کالم ہی سہی' آپ نے ہم خواتین کا کچھ خیال تو رکھا' لیکن خواتین سے بھی زیادہ بچوں کو اسلامی تعلیمات سے بہرہ مند کرنے کی ضرورت ہے۔ آپ ضرور بالضرور ''ندائے خلافت'' میں گوشۂ اطفال کے لئے ایک صفحہ مخصوص کردیں اور اس میں بچوں کو دینیات سے پوری طرح واقفیت دلائیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے چار بچے عنایت کئے ہیں۔ میں نے ان کو ایسے سکولوں میں داخل کرایا ہے جہاں اسلامی تعلیم پر زیادہ توجہ دی جاتی ہے' پھر بھی میں دیکھتی ہوں کہ مزید کی ضرورت ہے۔ اخبارات میں بچوں کا صفحہ ہوتا ہے' لیکن اس میں صرف اوٹ پٹانگ کہانیاں ہوتی ہیں''۔

✿ جناب ایم ڈبلیو الٰہی' اکرم کالونی' گوجرانوالا کا خط بھی ایک اہم قومی مسئلے کی طرف توجہ دلا رہا ہے۔ آپ بھی ملاحظہ فرمایئے۔ لکھتے ہیں: ''پنجاب کے تعلیمی اداروں میں 9 جون سے موسم گرما کی تعطیلات ہو رہی ہیں' تا کہ بچے شدید گرمی سے محفوظ رہ سکیں' لیکن پرائیویٹ سکولوں نے ''سمر کیمپ'' کے نام سے انہیں لوٹنے کا پروگرام ابھی سے وضع کر لیا ہے۔ اگست تک کی ایڈوانس فیسیں لینے کے باوجود سمر کیمپ کی فیس کا علیحدہ سے مطالبہ کیا جا رہا ہے اور بچے شدید گرمی میں بھی سکول جانے پر مجبور ہوں گے۔ پرائیویٹ تعلیمی اداروں کی بھرمار نے تعلیم و تربیت کے معیار کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ والدین ان سکولوں کے ناقابل برداشت اخراجات سے سخت پریشان ہیں۔ پہلے تعلیم کا شعبہ اسے ''خدمت'' سمجھ کر سرانجام دیتا تھا' لیکن آج کل یہ ''تجارت'' بن چکا ہے۔ حکومتی رویے اور منصوبوں کا اثر عوام پر بھی ہوتا ہے۔ حکومت نے مالیاتی اداروں کو کمرشل کرنے کے ساتھ ساتھ تعلیم جیسے اہم قومی شعبے کو بھی اس ڈگر پر چلا دیا ہے' اسی لئے پرائیویٹ سکولوں کے مالکان معصوم و نازک بچوں اور ان کے والدین کے مالی حالات کی پرواہ کئے بغیر ان پر ظلم و ستم جاری رکھے ہوئے ہیں۔ حکومت' محکمۂ تعلیم اور تمام متعلقہ حکام سے ''ندائے خلافت'' کی وساطت سے درخواست گزار ہوں کہ پرائیویٹ سکولوں پر سمر کیمپ کے اجرا پر فی الفور پابندی لگائی جائے اور خلاف ورزی کرنے والوں کو قرار واقعی سزا دی جائے''۔

موجودہ اور سابقہ امت مسلمہ کی تاریخ کا تقابل

سورۂ بنی اسرائیل کے تناظر میں

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے 6 جون 2003ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

موجودہ امت مسلمہ اور سابقہ امت مسلمہ (بنی اسرائیل) کی تاریخ میں حد درجہ مشابہت پائی جاتی ہے۔ اس بارے میں رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہمارے سامنے ہے:

''میری امت پر بھی وہ تمام حالات و واقعات لازماً آ کر رہیں گے جو بنی اسرائیل پر آئے تھے۔ بالکل ایسے' جیسے جوتوں کی جوڑی میں سے ایک جوتا دوسرے سے مشابہ ہوتا ہے۔''

سورۂ بنی اسرائیل کے مطالعہ کے ضمن میں گزشتہ خطاب جمعہ میں بنی اسرائیل کی تاریخ کا ذکر ہوا تھا۔ آج ہمیں اپنی امت کی تاریخ کا جائزہ لے کر یہ سمجھنے کی کوشش کرنی ہے کہ موجودہ اور سابقہ امت مسلمہ کی تاریخ کس اعتبار سے مشابہ ہے۔

آنحضور ﷺ کی بعثت (610ء) تک سابقہ امت مسلمہ دو دو عروج و زوال سے گزر چکی تھی۔ ان کا پہلا دور عروج حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمان کا عہد حکومت ہے' پھر ان پر زوال آیا اور وہ پہلے اشوریوں کے ہاتھوں عذاب میں مبتلا ہوئے جس کے کچھ عرصہ بعد ہی عراق کی طرف سے بخت نصر کا حملہ ہوا' جس نے بیت المقدس کو مکمل طور پر مسمار کر دیا۔ اس کے بعد قریباً دو سو برس پھر ان کا دور عروج آیا جس کے نتیجے میں ایک عظیم الشان مکابی سلطنت وجود میں آئی۔ لیکن پھر زوال کے وہی اسباب اختیار کرنے پر رومیوں کے ہاتھوں عذاب کا مزہ چکھا۔ 70ء میں رومن جنرل ٹائٹس نے حملہ کر کے ایک لاکھ سے زائد افراد کو قتل کیا' بیت المقدس کی حرمت کو پامال کیا اور یہودیوں کو فلسطین سے بے دخل کر دیا جس کے بعد یہود پوری دنیا میں بکھر گئے۔ اسے وہ ڈایاسپورا کہتے ہیں۔ یہ دو عروج و زوال آنحضور ﷺ کی بعثت (610ء) سے قبل ان پر آ چکے تھے۔

یہاں یہ بات جان لیجئے کہ داستان عبرت کے طور پر تاریخ کا جائزہ بہت اہم ہوتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

''کیا ان کی ہدایت کے لئے یہ بات کافی نہیں ہے کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو تباہ و برباد کیا ہے۔ اور (جبکہ) ان کے کھنڈرات سے ان کا گزر ہوتا ہے۔''

کہیں فرمایا:

''کیا تم نے غور نہیں کیا تمہارے رب نے قوم عاد کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ وہ قوم ارم جو ستونوں والی تھی...... اور قوم ثمود کے ساتھ کیا معاملہ کیا' جو وادی میں چٹانوں کو تراش کر مکان بناتے تھے۔''

حکیم الامت علامہ اقبال نے مطالعۂ تاریخ کی اہمیت کو ایک اور انداز سے واضح کیا ہے:

کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

ہماری تاریخ (موجودہ امت مسلمہ) میں بھی عروج و زوال کے دو ادوار آ چکے ہیں۔ مسلمانوں کی تاریخ کا باقاعدہ آغاز ساتویں صدی ہجری سے ہوتا ہے جب 630ء میں مکہ فتح ہوا اور جزیرہ نمائے عرب پر اسلامی پرچم لہرانے لگا۔ یہاں سے مجاہدین کا سیلاب دو اطراف میں نکلا۔ اور ان کا مشن تھا بمصداق الفاظ قرآنی:

''اور ان (کفار) سے قتال کرو یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو جائے اور دین کل کا کل اللہ کے لئے ہو جائے۔''

غیر اللہ کی حاکمیت ہی دراصل سب سے بڑا فتنہ ہے' اس لئے کہ انسانوں کا خالق اللہ ہے' اس کا حق ہے کہ حاکمیت اس کی ہو اور ہر شخص کو اس کے جائز حقوق ملیں۔ اگر کوئی اس کے بنیادی حقوق پر ڈاکہ ڈالے تو حکومت وقت اسے انصاف فراہم کرے۔

چنانچہ اسی مشن کو لے کر صحابہؓ کرام نکلے اور مشرق و مغرب میں پھیل گئے۔ مشرق میں کسریٰ کی حکومت کا مکمل خاتمہ ہو گیا اور مغربی جانب میں قیصر کی عظیم الشان سلطنت کا بڑا حصہ مسلمانوں کے زیر نگیں آ گیا۔ چنانچہ ایران' عراق' مصر' شام' شمالی افریقہ کے علاقے دور خلافت عثمانؓ تک اسلامی حکومت میں شامل ہو گئے۔ اگرچہ یہودی سازش کے نتیجہ میں فتوحات کا یہ سلسلہ کچھ عرصہ کے لئے تھم گیا جب حضرت عثمانؓ کے دور خلافت کے آخری چند سالوں میں سبائی فتنہ نے سر اٹھایا' لیکن اس کے چند برس بعد دور حضرت امیر معاویہؓ میں فتوحات کا سلسلہ دوبارہ شروع ہوا اور خلافت بنو امیہ کے دوران ترکستان' افغانستان اور سندھ کے علاقے فتح ہوئے جبکہ مغرب میں شمالی افریقہ' سپین اور یورپ کا وسیع علاقہ جس میں فرانس کا کچھ حصہ بھی شامل تھا' مسلمانوں کے زیر نگین آیا۔ اس وقت یورپ سمیت پوری دنیا جہالت کے اندھیروں میں تھی جبکہ علم' تہذیب' ثقافت' اخلاقیات کا کامل نمونہ مسلمانوں کے پاس تھا۔ یہ مسلمانوں کا پہلا عروج تھا۔

دور بنو عباس میں جب مسلمان عیش و عشرت میں پڑ گئے اور ان میں کمزوری کے آثار ظاہر ہونے لگے' تو اللہ کی طرف سے سزا کے طور پر اولاً صلیبیوں کے حملوں (1099ء) کے سبب بیت المقدس مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا اور 88 برس تک وہ صلیبیوں کے قبضہ میں رہا۔ اس کے کچھ عرصہ کے بعد مسلمانوں کی پیٹھ پر اللہ کے عذاب کا شدید ترین کوڑا اس طور پر برسا کہ مشرق سے تاتاری طوفان اٹھا اور کروڑوں مسلمان قتل ہوئے' جس کے نتیجے میں 1258ء میں سقوط بغداد ہوا اور یوں خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔ گویا یہ مسلمانوں کے پہلے دور زوال کا Climax تھا ـــــ بنی اسرائیل کے پہلے دور زوال میں بھی پہلے شمال میں اشوریوں کی طرف سے ان پر اللہ کے عذاب کا کوڑا برسا تھا اور پھر مشرق سے بخت نصر نے حملہ کر کے انہیں نشان عبرت بنا دیا تھا۔ مسلمانوں پر بھی اولین حملہ شمال کی طرف سے صلیبیوں کی صورت میں ہوا اور پھر مشرق سے تاتاری سیلاب نے انہیں ملیامیٹ کیا۔

اسی زوال کے ملبے سے پھر عروج کی بنیاد پڑی ۔

ہے عیاں یورش تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

تاتاریوں نے مسلمانوں کو فتح کیا لیکن اسلام نے تاتاریوں کو فتح کر لیا اور کچھ تاتاری سردار مشرف بہ اسلام ہوئے۔ یہ لوگ اصلاً ترک تھے' جن میں ترکان تیموری یعنی

مغل خاندان نے ہندوستان میں حکومت قائم کی جبکہ ترکان عثمانی نے ایشیائے کوچک میں حکومت قائم کی اور ترکی کے علاقے کو اپنا مرکز بنا کر خلافت کا اعلان کیا اور پوری دنیا کے مسلمانوں نے اس خلافت کو تسلیم کیا۔ یوں عظیم سلطنت عثمانیہ کی بنیاد پڑی' اور مسلمانوں کو دوسرا دورِ عروج نصیب ہوا۔ اسی عرصہ میں یورپ میں ''اصلاح کلیسا'' اور Renaissance کی تحریکیں اٹھیں' جن کی وجہ سے وہ Dark Ages سے نکل آئے اور انہوں نے علمی ترقی سائنس اور ٹیکنالوجی کا راستہ اختیار کیا۔ یوں ایک Power Potential Build up ہو گیا۔ یورپ کا نقشہ دیکھیں تو ایک طرف بحر اوقیانوس ہے' دوسری طرف افریقہ اور ایشیا ہیں۔ شمالی افریقہ میں بھی سلطنت عثمانیہ قائم تھی اور ایشیائے کوچک میں بھی۔ یورپ کی قوت کو راستہ میسر نہ تھا کہ وہ کسی طرف نکل سکے۔ یہ وہ دور تھا جب مسلمان زوال کی طرف آ رہے تھے۔ سولہویں صدی میں واسکوڈی گاما نے جنوبی افریقہ کے بالکل نیچے سے بحری راستہ تلاش کیا کہ جہاں سے وہ ایشیا اور مشرق بعید کی طرف جا سکتے تھے۔ چنانچہ پھر یورپین آئے اور انڈونیشیا' ملائیشیا اور ہندوستان پر تسلط جماتے چلے گئے۔ لیکن سلطنت عثمانیہ اب بھی اسلام کے مضبوط قلعہ کی حیثیت سے موجود تھی۔ تاہم یورپی اقوام نے آہستہ آہستہ تمام اسلامی ممالک کو قبضہ میں لینا شروع کر دیا یہاں تک کہ 1924ء میں خلافت عثمانیہ ختم ہو گئی اور ترکی ایک چھوٹے سے اسلامی ملک کے طور پر دنیا کے نقشے پر باقی رہ گیا جس کا اسلام کے ساتھ تعلق ''برائے نام'' تھا۔ ایک اعتبار سے یہ ہمارے دوسرے دورِ زوال کا نقطۂ عروج تھا۔

یہ دو عروج و زوال ہم پر گزر چکے ہیں۔ اس کے بعد 1947ء میں پاکستان بنا اور دیگر اسلامی ممالک بھی یورپی تسلط سے سیاسی طور پر آزاد ہوتے چلے گئے۔ یوں عالم اسلام میں پھر احیاء کا عمل جاری ہو گیا۔ اس وقت اسلام مخالف قوتیں پوری قوت سے اس عمل کو کچلنا چاہتی ہیں۔ لیکن ان شاء اللہ آخری غلبہ اسلام کا ہونا ہے جیسا کہ صحیح احادیث میں خبر دی گئی ہے۔ لیکن وہ وقت کب آئے گا' یہ اللہ کو معلوم ہے۔ تاہم اس کے لئے اسی انداز میں محنت کرنا ہو گی جیسے ابتدائے اسلام میں صحابہ کرامؓ نے جدوجہد کی اور قربانیاں دیں۔ یوں فرزندانِ اسلام کی محنت اور قربانیوں کے نتیجے میں اسلام کو پھر عروج حاصل ہو گا اور پورے کرۂ ارض میں اسلام کا پرچم لہرائے گا۔

اب ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ کوئی مسلمان امت زوال کا شکار کیوں ہو جاتی ہے؟

(باقی صفحہ 18 پر)

پریس ریلیز

''شریعت بل میں آئین پاکستان سے انحراف ہے نہ صوبائی اختیارات سے تجاوز!''

شریعت بل پاس کرنے پر سرحد اسمبلی اور ایم ایم اے کو امیر تنظیم اسلامی کا خراج تحسین

سرحد اسمبلی نے حال ہی میں متفقہ طور پر شریعت بل پاس کیا ہے جس پر ایم ایم اے کی صوبائی حکومت تحسین و مبارک باد کی مستحق ہے۔ امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے اس حوالے سے اپنے گزشتہ خطاب جمعہ کے آخری حصے میں جن خیالات کا اظہار کیا' ان کا خلاصہ بصورت پریس ریلیز ذیل میں ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے:

''سرحد اسمبلی میں شریعت بل کی منظوری کے حوالے سے بعض سیاست دانوں اور دانشوروں کے منفی ریمارکس پر تبصرہ کرتے ہوئے حافظ عاکف سعید نے کہا کہ یہ ہمارے اسی منافقانہ طرزِ عمل کی عکاسی ہے جو بحیثیت مجموعی ہم مسلمانانِ پاکستان کے مزاج کا حصہ بن چکا ہے اور جس کی وجہ سے ہم ہر سطح پر آج زوال و انحطاط کا شکار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بحیثیت قوم ہمارا اصل مرض یہ ہے کہ ہم زبانی طور پر تو اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن اسلام کے عملی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے تیار نہیں۔ حافظ عاکف سعید نے کہا کہ سرحد اسمبلی نے جو شریعت بل اتفاق رائے سے منظور کیا ہے اس کے متن میں یہ بات بصراحت مذکور ہے کہ صوبہ سرحد میں قائم ایم ایم اے کی حکومت اپنے صوبائی اختیارات کی حدود میں رہتے ہوئے شریعت کے نفاذ کو ممکن بنائے گی۔ بل میں اس امر کی بھی نشان دہی کی گئی ہے کہ قراردادِ مقاصد کو چونکہ اب پاکستان کے آئین کا باقاعدہ حصہ بنا دیا گیا ہے جس میں اللہ کی حاکمیت اعلیٰ کا اقرار کیا گیا ہے لہٰذا آئین کی رو سے مملکت خداداد پاکستان میں قرآن و سنت سے متصادم کوئی قانون سازی نہیں کی جا سکتی۔ ایم ایم اے کی صوبائی حکومت اسی آئینی اصول کو اپنے صوبے میں نافذ کرنے کی خواہاں ہے ـــــ گویا اس شریعت بل میں نہ تو آئینِ پاکستان سے انحراف کیا گیا ہے اور نہ ہی صوبائی اختیارات کی حدود سے تجاوز کیا گیا ہے' لہٰذا ان پر بغاوت' طالبان ازم یا تنگ نظری کا الزام درست نہیں۔ اگرچہ اس شریعت بل کا وہ پہلو جس میں عدالتی طریق کار کو زیر بحث لایا گیا ہے' ہمارے نقطہ نظر سے کسی قدر قابل اصلاح ہے' لیکن بحیثیت مجموعی صوبائی حکومت کا رخ بالکل صحیح ہے اور ہم اس کی بھرپور تائید کرتے ہیں اور اس بل کی منظوری پر سرحد اسمبلی اور ایم ایم اے کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ ایم ایم اے کو مرکز میں بھی انہی خطوط پر نفاذ شریعت کے لئے اپنی مساعی کو آگے بڑھانا چاہئے۔

حافظ عاکف سعید نے کہا کہ اگر کسی کا خیال ہے کہ یہ شریعت بل یا اس کے بعض حصے شریعت یا دستور سے متصادم ہیں تو اسے اوچھے ہتھکنڈوں کے استعمال کے بجائے اعلیٰ عدالتوں سے رجوع کرنا چاہئے اور اپنے موقف کو عدالت میں ثابت کرنا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ علمائے کرام کو ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھنے والوں کو دیکھنا چاہئے کہ اگر آج ملک معاشی اعتبار سے دیوالیہ ہونے کو ہے یا ابھی تک ترقی کی منازل طے نہیں کر سکا تو اس میں قصور کس کا ہے۔ کیونکہ قیام پاکستان کے بعد سے اب تک 56 برسوں میں مذہبی طبقات کے ہاتھ میں تو کبھی اقتدار نہیں رہا۔ اقتدار کی مسند پر تو ہمیشہ وہ طبقہ قابض رہا جو کالجوں اور یونیورسٹیوں کا تعلیم یافتہ' لبرل خیالات کا حامل اور سائنسی ترقی کا حامی تھا۔ ملکی وسائل پر قبضہ ہمیشہ سے انہی لوگوں کا رہا۔ اگر ہم اس کے باوجود دنیاوی علوم اور سائنس و ٹیکنالوجی میں ترقی نہیں کر سکے تو اس کا الزام اسی طبقے پر ہے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ ہمارے ترقی نہ کرنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم ہنس کی چال چلنے کی دھن میں اپنی تاریخ کو بھلا بیٹھے اور قرآن و سنت سے دوری کے باعث اب تک منزل سے دور ہیں۔ اگر ہم قرآن و سنت کی بالادستی کو غیر مشروط طور پر قبول کر لیں تو آج بھی ہمیں عروج مل سکتا ہے' بصورتِ دیگر ذلت و خواری اسی طرح ہمارا مقدر بنی رہے گی''۔

افکار معاصر

رومیوں کو روم میں رومیوں کی طرح رہنے دیں

تحریر : جاوید چودھری

ایمش لوگ امریکہ کی ''متحدہ مجلس عمل'' ہیں' یہ لوگ سترہویں صدی میں یورپ سے امریکہ منتقل ہوئے' یہ امریکہ کی 22 ریاستوں میں بکھرے ہوئے ہیں۔ ان کی کل تعداد ایک لاکھ ہے۔ ان کا سب سے بڑا گروپ اوہائیو ریاست میں آباد ہے۔ پنسلوانیا میں ان کا ایک شہر ہے لینکسٹر' یہ لوگ دنیا کے عجیب وغریب انسان ہیں۔ یہ الگ تھلگ رہتے ہیں۔ جنگ سے نفرت کرتے ہیں اور وفاقی حکومت کے خلاف ہیں۔ ان لوگوں نے 1919ء میں فیصلہ کیا کہ ہم اپنے شہر میں تار نہیں آنے دیں گے کیونکہ تار دنیا بھر کی خرافات لائے گی' لہٰذا 2003ء تک لیکسٹر شہر میں بجلی ہے اور نہ ہی ٹیلی فون۔ یہ لوگ زراعت پیشہ ہیں لیکن زراعت میں بھی قدیم طریقوں کے قائل ہیں۔ گھوڑے اس شہر کا واحد مواصلاتی رابطہ ہیں۔ یہ لوگ ربڑ کے ٹائر استعمال نہیں کرتے۔ لوہے کے پہیئے اور لکڑی کے ریڑھے چلاتے ہیں۔ لیکنسٹر دنیا کا واحد شہر ہے جس میں کوئی سائیکل' کار یا بس نہیں۔ سارا شہر سیاہ رنگ کا ہیٹ پہنتا ہے' یہ لوگ نظریاتی طور پر ''متحدہ مجلس عمل'' کے قریب ہیں۔ تمام ایمش لوگ شادی کے بعد داڑھی رکھ لیتے ہیں اور پھر زندگی بھر شیو نہیں کرتے' یہ لوگ مونچھیں نہیں رکھتے۔ ان کے مذہب میں تصویر اتروانا اور موسیقی سننا حرام ہے۔ پورے شہر میں ایک بھی تصویر اور آلہ موسیقی نہیں۔ یہ لوگ بچیوں کے لئے گڑیا بناتے ہیں تو وہ بھی بے چہرہ ہوتی ہیں۔ یہ لوگ کٹر عیسائی ہیں لیکن انہوں نے اپنے لئے قانون کی الگ کتاب مرتب کر رکھی ہے۔ پورا شہر اس کتاب ارڈنگ (Ordung) کا پابند ہے۔ یہ لوگ امریکی حکومت کو ٹیکس دیتے ہیں لیکن جواب میں سوشل سیکورٹی اور دیگر مراعات نہیں لیتے۔ ان کے تمام سکول ایک کمرے کے ہوتے ہیں اور بچے صرف آٹھویں درجے تک تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ ان کا تعلیمی نصاب بھی اپنا ہے۔ امریکی سپریم کورٹ نے 1978ء میں انہیں اپنے طریقے سے زندگی گزارنے کی اجازت دے دی جس کے بعد ایمش لوگ لیکنسٹر میں اپنے طریقے سے آزاد زندگی گزار رہے ہیں۔ امریکہ میں کوئی شخص ان پر انگلی اٹھاتا ہے اور نہ ہی اعتراض کرتا ہے۔ ایمش لوگ پاکستان میں بھی ہیں لیکن یہاں ان کے ساتھ امریکی سلوک نہیں ہو رہا کیونکہ یہاں یہ لوگ ایم ایم اے کہلاتے ہیں۔ 2002ء کے الیکشن ہوئے تو متحدہ مجلس عمل نے صوبہ سرحد کے لوگوں سے شریعت کے نام پر ووٹ مانگے۔ الیکشن لڑنے والے تمام باریش اور پابند صوم صلوٰۃ تھے۔ لوگوں نے انہیں ووٹ دے دیئے۔ نتیجے کے دن سرحد میں ایم ایم اے کے پاس 48 نشستیں تھیں۔ اس وقت 124 کے ایوان میں ان کے پاس 69 ارکان ہیں۔ سرحد میں ان کی اکثریت تھی' لہٰذا ان لوگوں نے سرحد میں حکومت بنالی۔ یہ 69 ارکان اور ان کے نتیجے میں بننے والی حکومت اس امر کی گواہ تھی کہ سرحد کے عوام صوبے میں ''مولویوں'' کی حکومت چاہتے ہیں۔ وہ شریعت اور مولویوں کا نظام پسند کرتے ہیں۔ یہ لوگ آئے۔ انہوں نے عوام سے کئے وعدے پورے کرنا شروع کر دیئے۔ ان لوگوں نے 2 جون کو اسمبلی میں شریعت بل بھی پاس کر لیا لیکن اب یہ لوگ ہمیں پسند نہیں آ رہے۔ وفاق اپنی وفاقیت کے زور سے ان کو دبانے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ مذاق نہیں پنجاب اسمبلی اکثریت کی بنیاد پر ''باوردی صدر'' کی قرارداد منظور کرتی ہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوتا جبکہ یہ قرارداد بھی دنیا کی کسی جمہوریت' کسی آئین' کسی قانون اور کسی ضابطے پر پوری نہیں اترتی لیکن جب سرحد اسمبلی اسی اکثریت کی بنیاد پر شریعت بل پاس کرتی ہے' ناظموں کے خلاف تحریک پیش کرتی ہے اور ایک باوقار اور باعزت صوبے کا منتخب وزیراعلیٰ اپنے آئینی اختیارات استعمال کرتا ہے تو ہم اعتراضات کا انبار لگا دیتے ہیں' ہم ان کا چیف سیکرٹری اور آئی جی تک بدل دیتے ہیں۔

میں صوبہ سرحد کی حکومت اور اس کے اقدامات سے پوری طرح متفق نہیں ہوں۔ میں سمجھتا ہوں یہ لوگ بھی نان ایشو میں الجھ رہے ہیں۔ پتلون کی جگہ شلوار اور شرٹ کی جگہ قمیص' برقعہ اور سائن بورڈز اس ملک کے ایشوز نہیں ہیں' لہٰذا ان لوگوں کو اپنی توانائیاں ان چھوٹے چھوٹے مسائل کی بجائے انصاف' تعلیم' صحت اور فلاح جیسے بڑے ایشوز پر صرف کرنی چاہئے لیکن ان تمام تر تحفظات اور اعتراضات کے باوجود مجھے محسوس نہیں ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ معاملات صحیح انداز میں نہیں ہو رہے۔ ہم بھی کہتے ہیں ''سرحد حکومت کے ان پڑھ لوگ ملک کا امیج خراب کر رہے ہیں'' اور کبھی جلسہ عام میں فرما دیتے ہیں ''مسجدوں کے پیسے کھانے والے خوشحالی کی بات نہیں کر سکتے'' ہمیں یاد رکھنا چاہئے ہماری اسی وفاقی سوچ نے بنگالیوں کو ہم سے دور کر دیا تھا۔ یہی وہ حالات اور یہی وہ رویہ تھا جس کے نتیجے میں ملک ٹوٹ گیا تھا۔ جب سرحد میں حکومت موجود ہے اور حکومت بھی عوام کے ووٹوں سے بنی ہے تو پھر ہم اس حکومت کو عوام اور عوام کو حکومت پر کیوں نہیں چھوڑ دیتے۔

ہم عوام کے ووٹ لے کر آنے والے لوگوں کو ان پڑھ اور مولوی کہنے والے کون ہوتے ہیں۔ اگر داڑھیوں' شلواروں قمیضوں' مدرسوں اور شریعت کے بلوں سے ملک کا امیج خراب ہوتا ہے تو ہونے دیں آخر امریکہ میں بھی ایمش لوگ اپنے ملک کا امیج خراب کر رہے ہیں انہیں تو کوئی نہیں پوچھتا' آپ بیرونی دنیا کو اعتراض کرنے دیں۔

اگر یورپ اور امریکہ کو صوبہ سرحد کی خواتین کے پردے' تعلیمی نظام اور یونیفارم پر اعتراض ہے' اگر وہ سرحد میں تھیٹرز' سینما' ٹیلی ویژن' شراب' موسیقی اور رقص کا تحفظ چاہتا ہے تو ان سے کہیں پہلے وہ یہ خرافات لینکسٹر میں تو داخل کر دیں۔ آپ لینکسٹر کے 18 ہزار لوگوں پر تو یہ جدید زندگی نافذ نہیں کر سکے اور صوبہ سرحد کے اڑھائی کروڑ لوگوں کو کلین شیو دیکھنا چاہتے ہیں۔ انہیں جدید زندگی کی قطار میں مکروہات کے کندھے سے کندھا ملائے دیکھنا چاہتے ہیں اور رہے ہم تو ہم یہ کیوں سمجھتے ہیں کہ ہم دس بارہ بندے ٹھیک ہیں' ہماری سوچ' ہماری فکر اور ہمارا طرزِ عمل صحیح ہے اور وہ دو کروڑ لوگ جنہوں نے اپنی تقدیر 56 ان پڑھ مولویوں اور 13 برقعہ پوش خواتین کے ہاتھوں میں دے دی تھی وہ غلط ہیں۔ امریکہ کی سپریم کورٹ نے ایمش لوگوں کے بارے میں لکھا تھا ''اگر یہ لوگ بجلی کے بغیر خوش رہ سکتے ہیں تو ہم بلب اور تار پر اصرار کرنے والے کون ہوتے ہیں'' اگر صوبہ سرحد کے لوگوں کو یہ لوگ پسند ہیں تو پھر ہم اعتراض کرنے والے کون ہوتے ہیں۔ مہربانی فرما کر رومیوں کو روم میں رومیوں کی طرح رہنے دیں۔

غلامی کیا ہے؟ ذوقِ حسن و زیبائی سے محرومی
جسے زیبا کہیں آزاد بندے ہے وہی زیبا!
بھروسا کر نہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پر
کہ دنیا میں فقط مردانِ حر کی آنکھ ہے بینا!
وہی ہے صاحبِ امروز جس نے اپنی ہمت سے
زمانے کے سمندر سے نکالا گوہرِ فردا

س: موجودہ حالات میں قتال فی سبیل اللہ فرض عین ہو چکا ہے تو تنظیم اسلامی کیوں عملاً قتال میں شرکت نہیں کرتی۔

ج: قتال کس پر فرض ہو چکا ہے' یہ ایک قابل توجہ بات ہے۔ قتال فرض ہوتا ہے جب کسی مسلمان ملک پر کوئی غیر مسلم ملک حملہ آور ہو جائے۔ جس قتال کے لئے ہم تیاری کر رہے ہیں وہ ہے اللہ کے دین کو قائم کرنے کا قتال۔ اس سے پہلے یہ جان لیجئے کہ جہاد فی سبیل اللہ کی نو (9) منزلیں ہیں جن میں سے نویں منزل قتال فی سبیل اللہ ہے۔ آٹھ منزلیں پہلے طے کریں گے تو قتال فی سبیل اللہ ہوگا۔ اس کی تفصیل کے لئے میری کتاب ''جہاد فی سبیل اللہ'' کا مطالعہ کیا جائے۔

س: ایمان کے حوالے سے امام بخاریؒ کے نقطہ نظر کی وضاحت مختصر طور پر فرما دیں۔

ج: امام بخاری کے نزدیک عمل بھی ایمان کا حصہ ہے اور ایمان گھٹتا اور بڑھتا بھی ہے۔ عمل کی کوتاہی پر حضور ﷺ نے بھی ایمان کی نفی کا فیصلہ کر دیا۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے: ''خدا کی قسم فلاں شخص مومن نہیں ہے' خدا کی قسم فلاں شخص مومن نہیں ہے' خدا کی قسم فلاں شخص مومن نہیں ہے''۔ صحابہؓ نے پوچھا: حضور ﷺ کس کے بارے میں فرما رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ''وہ شخص جس کی ایذا رسانی سے اس کا پڑوسی محفوظ نہیں ہے''۔ عمل کو ایمان سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ امام بخاریؒ جس ایمان کی بات کر رہے ہیں وہ ایمان حقیقی کی بات ہے' قانونی ایمان کی نہیں۔ عمل کی کوتاہی پر وہ مسلمان رہے گا اور مسلمان کے حقوق اسے حاصل رہیں گے۔ اسی طرح ایمان کا گھٹنا بڑھنا قرآن سے ثابت ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ''اور جب ان کو اللہ کی آیات سنائی جاتی ہیں تو ان (مومنین) کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے''۔ آپ میں سے ہر شخص کو تجربہ ہوگا' آپ درس سنتے ہیں تو آپ کو اپنے اندر ایمانی کیفیت میں اضافہ ہوتا محسوس ہوتا ہے' لیکن یہ کیفیت حقیقی ایمان کی ہے۔ قانون ایمان تو لیگل سٹیٹس ہے' وہ جوں کا توں رہے گا' اس میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔

س: حق الیقین کیسے حاصل ہوتا ہے؟

ج: جب آپ کا ایمان گہرے سے گہرا ہوتا چلا جائے گا تو ایک لمحہ وہ آئے گا جب اس درجے کا یقین حاصل ہوگا کہ گویا آپ اللہ کو دیکھ رہے ہیں۔ اس کی Presence آپ کو محسوس ہونے لگے گی۔ یہ حق الیقین ہوگا۔

س: جب مسلمان علاقہ فتح کرتے تھے تو کہتے تھے کہ ایمان لے آنو ورنہ ٹیکس دو اور ہمارے Rule میں رہو۔ کیا امریکہ نے بھی عراق میں یہی نہیں کیا؟

ج: اس میں فرق ہے۔ اسلام کی تعلیمات یہ ہیں کہ ہم تم میں سے کسی کو مجبور نہیں کریں گے کہ وہ مذہب بدلے لیکن تمہارا نظام ہم بدل دیں گے۔ اللہ کا حق ہے کہ اس کا حکم چلے لہٰذا اگر ہمارے اندر طاقت اور دم ہے تو ہم غیر اللہ کا قانون نہیں چلنے دیں گے۔ البتہ تم ہندو رہو' سکھ رہو' پارسی رہو' عیسائی رہو' یہودی رہنا چاہتے ہو تو رہو۔ آج درحقیقت اس کے بالکل بالمقابل یہی بات امریکہ کہہ رہا ہے۔ تہذیب ہماری ہوگی' تمدن ہمارا ہوگا' پولیٹکل سسٹم ہمارا ہوگا' اکنامک سسٹم ہمارا ہوگا' سوشل آرڈر ہمارا ہوگا...... باقی تم نمازیں پڑھو' روزے رکھو' مندروں میں جاؤ' کہیں جاؤ۔ بظاہر اس میں مشابہت موجود ہے۔ لیکن بڑا فرق یہ ہے کہ اسلام کے نفاذ کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت قائم ہوتی ہے جس میں عدل وقسط اور انصاف ہے جبکہ امریکہ اپنے (انسانوں کے) بنائے ہوئے قانون کو نافذ کرنا چاہتا ہے جس میں ظلم ہے' استحصال ہے' ناانصافی ہے۔ اسلام ایک کامل نظام عدل اجتماعی سے انسانیت کو بہرہ مند کرنے کے لئے یہ آپشن سامنے رکھتا ہے جبکہ آج یہ پوری دنیا کو معلوم ہے کہ امریکہ کے کیا مقاصد ہیں اور وہ کس کی انگلیوں کے اشارے پر ناچ رہا ہے۔

س: ڈاکٹر صاحب آپ کی اس بات کو کیسے سمجھا جائے کہ روح انسانی ذات باری تعالیٰ سے صادر ہوئی ہے جانوروں کے اندر روح نہ ہونے کی دلیل کیا ہے؟ آپ جو آیات اور احادیث سناتے ہیں وہ جانوروں میں روح نہ ہونے کی نفی تو نہیں کرتیں صرف روح انسانی کا ہونا بتاتی ہیں۔

ج: حضرت آدمؑ کو جو خلافت ملی اور ان کے سامنے سارے فرشتوں کو جھکوا دیا گیا' وہ کس بنیاد پر تھا؟...... قرآنی آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ''جب میں اسے پوری طرح بنا لوں' سنوار لوں' (آدم کی تخلیق کر دوں جسمانی طور پر) پھر اس میں اپنی روح میں سے پھونک دوں تو گر پڑنا اس کے سامنے سجدے میں''۔ یہ آیت' قرآن میں دو دفعہ آئی ہے۔ جان تو سب میں ہے' جانوروں میں بھی ہے' نباتات میں بھی ہے' گھاس کے تنکے میں بھی زندگی ہے' درخت کے اندر جو پتا لگا ہوا ہے وہ بھی زندہ ہے۔ لیکن یہ کہ روح نہیں ہے۔ روح صرف انسان میں ہے۔ اسی وجہ سے انسان کو تمام مخلوقات پر فوقیت حاصل ہے ورنہ جانور اور انسان میں کوئی بنیادی فرق نہ رہے گا۔

س: موجودہ نظام تعلیم میں ادب نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ''کو ایجوکیشن'' عام ہوتی جا رہی ہے جو اخلاق کی قاتل ہے۔ ہمارا مستقبل کیا ہوگا؟

ج: اگر کوئی انقلاب ہمارے ہاں نہیں آتا اور اسلام کی طرف پیش رفت نہیں ہوتی تو ہمارا مستقبل مکمل تباہی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

س: ہندو جس طرح بتوں کو چومتے' چاٹتے دھوتے وغیرہ ہیں ان کی پیروی میں ہم قبروں کے ساتھ وہی رویہ رکھتے ہیں۔ کیا کعبہ شریف کو دھونا' اس کے غلاف کے ٹکڑے جمع کرنا چومنا بھی بدعت ہے؟

ج: ہم نے بھی درحقیقت ان قبروں کو بت بنا لیا ہے اور ان کے ساتھ ویسا ہی سلوک کر رہے ہیں جیسا کہ وہ لوگ اپنے بتوں کے ساتھ کرتے تھے۔ لیکن کعبے کا معاملہ ذرا مختلف ہے۔ اس میں حجر اسود بھی ہے جسے ہم چومتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ اے حجر اسود! میں جانتا ہوں کہ تُو سوائے پتھر کے اور کچھ نہیں ہے' میں تجھے چوم رہا ہوں اس لئے کہ حضور ﷺ نے چوما ہے۔ یہ استثنائی کیفیت درحقیقت اتباع نبیؐ کی وجہ سے ہے۔ باقی کعبہ کا دھونا صفائی کے لئے ہے۔ اس کا دھوون کوئی پیتا نہیں ہے۔ اسی طرح غلاف کعبہ بوسیدہ ہو جاتا ہے' سال بھر دھوپ میں' بارشوں کے اندر رہتا ہے تو اس کو بدلتے ہیں۔ اب اگر لوگوں نے اس کو متبرک بنا لیا ہے تو اس کی کوئی سند نہیں ہے۔

س: کیا کسی کو آئیڈیل بنانے یا شخصیت پرستی کی اجازت ہمارا مذہب دیتا ہے؟

ج: شخصیت پرستی تو بہت غلط ہے' ایک برائی ہے۔ لیکن اچھی چیزوں میں کسی شخصیت کا اتباع کرنا' اچھی چیزوں کی پیروی کرنا برا نہیں۔ ہم حضور ﷺ کی پرستش نہیں کرتے لیکن ان کا اتباع ہر مسلمان کے لئے لازم ہے۔ اللہ کے لئے محبت اور اطاعت مل کر بنیں گے عبادت۔ عبادت اللہ کی ہے' حضرت محمد ﷺ کی نہیں ہے۔ حضرت محمد ﷺ کے لئے اطاعت اور محبت مل کر بنیں گے اتباع۔ اب یہ اتباع ہم جتنا کر سکیں گے اتنے زیادہ درجات ہیں۔ حضور ﷺ نے تو وحی کے آغاز کے بعد ایک لمحہ بھی دنیا کمانے میں صرف نہیں کیا۔ پہلے آپ کاروبار کرتے تھے اور بڑی اونچی سطح پر کاروبار کرتے تھے' وحی کے آنے کے بعد ایک لمحہ بھی پیسہ کمانے کے لئے خرچ نہیں کیا' ساری قوت لگائی ہے اللہ کے دین کو پھیلانے کے لئے اور اللہ کے دین کو قائم کرنے کے لئے۔ اللہ تعالیٰ جسے ہمت دے دے اس معاملے میں آپؐ کا اتباع کرے۔ کیونکہ ہمارے لئے آئیڈیل حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس ہے۔ اس اعتبار سے آئیڈیل اور شخصیت پرستی میں فرق کرنا چاہئے۔

وقت کی ضرورت

لطف الرحمن خان

وقت کی نوعیت: پہلے آج کے وقت کی نوعیت کو سمجھ لیں پھر اس کی ضرورت پر بات کریں گے۔ جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو اندھیرا چھا جاتا ہے۔ پھر یہ اندھیرا گہرا ہونا شروع ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ تیسرے پہر رات کی تاریکی اپنے عروج پر ہوتی ہے اور جاگنے والے کو لگتا ہے کہ یہ رات کبھی ختم نہیں ہوگی' حالانکہ صبح قریب آ چکی ہوتی ہے۔ اس پہلو سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ امت مسلمہ پر اس وقت تہجد کا وقت ہے۔ جس طرح تہجد کے وقت کی عبادت کا درجہ باقی اوقات کی نفلی عبادات سے بہت زیادہ ہوتا ہے' اسی طرح اس وقت اسلام کی کسی خدمت کا درجہ باقی اوقات میں کی گئی خدمات سے بہت بلند ہوگا۔

آج کے وقت کی نوعیت کا ایک پہلو اور ہے۔ سورۃ الحدید میں بتایا گیا ہے کہ جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے اسلام کی حمایت کی ان کا درجہ ان سے بہت بلند ہے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد اسلام کی حمایت کی۔ (آیت نمبر 10) اس پہلو سے ہم لوگ خوش نصیب ہیں کہ اللہ نے ہمیں اسلام کی فتح سے پہلے کا زمانہ عطا کیا ہے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اس پر ناز کرنے کے بجائے کام کیا جائے۔ اس وقت اسلام کی کوئی معمولی سی معمولی خدمت بھی درجے کے لحاظ سے بہت بلند ہے۔

وقت کی ضرورت: ڈاکٹر رفیع الدین مرحوم نے آج کے وقت کی ضرورت کی نشاندہی 1956ء میں کر دی تھی۔ انہوں نے آفاقی صداقت بیان کی تھی۔ جتنی وہ کل سچی تھی' اتنی ہی آج بھی سچی ہے اور تاقیامت رہے گی۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

''اقوام عالم ایک باہمی جنگ میں مصروف ہیں جو کبھی پرامن ہوتی ہے اور کبھی تشدد آمیز' لیکن ہمیشہ ہمیشہ جاری رہتی ہے۔ اس جنگ میں نظریات اور تصورات کی قوت ہی فیصلہ کن ہوگی۔ جو قوم اس جنگ میں فتح یاب ہو کر بالآخر دنیا کے کناروں تک پھیل جائے گی اور پھر وہ ہمیشہ وہاں موجود رہے گی۔ وہ نہیں ہوگی جس کے پاس جوہری آلات زیادہ ہوں گے' بلکہ وہ ہوگی جس کے نظریۂ حیات کے تصورات سب سے زیادہ معقول' مدلل' دلکش اور دلنشین ہوں گے۔ جو قوم نظریاتی محاذ پر اپنی حفاظت نہیں کرتی' وہ محض فوجی محاذ پر طاقتور بن کر اپنے آپ کو بچا نہیں سکتی اور جو قوم نظریاتی محاذ پر طاقتور بن جائے اسے کسی فوجی محاذ کی ضرورت نہیں رہتی۔ اپنی زندگی کے اس نازک دور میں جب ہم دوسری قوموں کے نظریات کی طرف سے اپنی بقا کے لئے ایک خطرناک چیلنج کا سامنا کر رہے ہیں۔ ہم ایک نظریاتی قوم کی حیثیت سے صرف اسی صورت میں زندہ رہ سکتے ہیں جب ہم اسلام کی ایک نہایت معقول اور مدلل سائنسی توجیہہ پیش کر سکیں۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ تمام معقول اور دلکش سائنسی تصورات کا سرچشمہ توحید کا عقیدہ ہے' جو اپنی صحیح اور پاکیزہ صورت میں فقط مسلمان قوم ہی کے پاس ہے۔ یہی وہ عقیدہ ہے جو اسلام کی روح ہے اور انسان اور کائنات کے صحیح اور سائنسی نظریہ کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم تحقیق اور تجسس کی تمام قوتوں کو بروئے کار لا کر اسلامی تعلیمات کو ایک ایسے سائنسی نظریۂ کائنات کی شکل دیں جس سے انکار کی گنجائش موجود نہ رہے۔ ہمارے اسلامی تحقیق کے تمام اداروں کو اس اہم کام کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ اسلامی تحقیق ہمارے لئے کوئی غیر ضروری تفریحی مشغلہ نہیں' جسے ہم اپنی فرصت یا سہولت کے مطابق اختیار کریں بلکہ یہ ہماری زندگی اور موت کا سوال ہے۔ اگر ہم اس کی طرف بروقت اور پوری تن دہی کے ساتھ متوجہ نہ ہوئے تو ہمیں یقینی موت کا منتظر رہنا چاہئے اور پھر ہمارے بعد خدا کوئی اور قوم پیدا کرے گا جو اسلام کا یہ کام کرے گی۔'' (اسلامی تحقیق کا مفہوم' مدعا اور طریق کار' ماہنامہ حکمت قرآن' لاہور دسمبر 1986ء)

تاریخ گواہ ہے کہ تاتاریوں نے فوجی محاذ پر شکست نہیں کھائی تھی۔ وہ نظریاتی محاذ پر مغلوب ہوئے تھے۔ البتہ آج صورت حال ذرا مختلف ہے۔ تاتاریوں کا اپنا کوئی نظریۂ حیات نہیں تھا' جبکہ آج کے چنگیز اور ہلاکو اپنا ایک نظریۂ حیات رکھنے کے مدعی ہیں جس کی بنیاد انہوں نے مذہب کی نفی پر رکھی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سرے سے کوئی بنیاد ہی نہیں ہے۔ ان کے نظریۂ حیات کی حقیقت مکڑی کے جالے سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ خود ان کے اہل فکر و نظر مغربی نظریۂ حیات کی بے ثباتی اور تضادات کا شکار ہونے کی کیفیت کو اعلیٰ علمی سطح پر سائنٹفک استدلال کے ساتھ ثابت کر چکے ہیں۔ البتہ ایسی علمی کاوشوں کو میڈیا پر اجاگر نہیں ہونے دیا گیا اور عام لوگ اس سے بے خبر ہیں۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ امت کے غور و فکر کرنے والے افراد نظریاتی محاذوں کے لئے علمی مواد فراہم کریں اور تحریکی مزاج رکھنے والے افراد اپنی صلاحیت اور وسائل کے مطابق اس علمی مواد کو عام فہم انداز میں لوگوں تک پہنچانے کے لئے کوشش کریں۔ اخبارات و رسائل اگر ان کی دسترس سے باہر ہوں تو انٹرنیٹ' ای میل' کتب' پمفلٹ' کارنر میٹنگز اور مذاکرات کو استعمال کریں۔ یہی وہ ذرائع ہیں جن کو استعمال کر کے رنگ و نسل اور مذہب کے امتیاز کے بغیر' پوری دنیا کے انسانوں نے وقت کے تاتاریوں کو عراق کے مسئلہ میں اخلاقی محاذ پر شرمناک شکست دی ہے۔ یہی وہ ذرائع ہیں جن کو استعمال کر کے اسلام کے نظریۂ حیات کی صحیح تصویر سائنٹفک استدلال کے ساتھ پوری دنیا کے سامنے پیش کی جا سکتی ہے۔ جب سورج چمکے گا تو میڈیا کی پھیلائی ہوئی دھند خود بخود چھٹ جائے گی۔

آج کے وقت نے ہمیں وہ موقعہ فراہم کیا ہے جسے Life time opportunity کہتے ہیں۔ فتح اسلام سے پہلے کا زمانہ ہے اور تہجد کا وقت ہے۔ اس وقت نظریاتی محاذ پر اسلام کی معمولی سی خدمت بھی بہت اعلیٰ درجے کی عبادت ہے۔ امت کی زندگی میں یہ وقت پھر کبھی نہیں آئے گا۔ اس لئے جاگنے والوں کو چاہئے کہ اپنے رب کی رضا و خوشنودی جتنی سمیٹ سکتے ہیں' سمیٹ لیں۔ یہی رخت سفر ہے۔ اس وقت کی محرومی بہت بڑی محرومی ہے۔

یہ بزم مے ہے یاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی
جو بڑھ کر خود اٹھا لے ہاتھ میں' مینا اسی کا ہے

میں جانتا ہوں جماعت کا حشر کیا ہوگا
مسائل نظری میں الجھ گیا ہے خطیب!
اگرچہ میرے نشیمن کا کر رہا ہے طواف
مری نوا میں نہیں طائرِ چمن کا نصیب!
سنا ہے میں نے سخن رس ہے ترکِ عثمانی
سنائے کون اسے اقبال کا یہ شعرِ غریب!
سمجھ رہے ہیں وہ یورپ کو ہم جوار اپنا
ستارے جن کے نشیمن سے ہیں زیادہ قریب!

سید صاحبؒ کے تبلیغی دوروں کے نتائج

تحریر : سید قاسم محمود

حضرت شاہ عبدالعزیز نے جو خواب دیکھا تھا اور اُس کی جو تعبیر شاہ غلام علی نے بیان کی تھی، وہ سو فیصد درست ثابت ہوئی۔ سید احمد نے دہلی تشریف لا کر جو اصلاحی تحریک شروع کر کے کارنامہ عظیم انجام دیا، اُس کے اثرات و نتائج سے اسلامیان ہندو پاک آج تک مستفیض ہو رہے ہیں۔ اس تحریک کے نتیجے میں مشرق میں دہلی سے لے کر بہار و بنگال تک اور مغرب میں یوپی، پنجاب، کشمیر، سندھ، صوبہ سرحد اور افغانستان تک لاکھوں مسلمان حقیقی مسلمان بن گئے۔

عقیدت مندوں کا ازدحام

نواب امیر خان کے لشکر سے واپس دہلی تشریف لانے کے بعد سید صاحب کی پاکیزگی، صفائے قلب اور روحانیت کی شہرت دور دور تک پھیلنے لگی۔ بڑے بڑے علماء جن کی حیثیت اُس وقت قطب اور ابدال سے کم نہ تھی، سید صاحب کے ارادت مندوں میں شامل ہو گئے۔ شاہ محمد اسماعیل، مولانا عبدالحیی (شاہ ولی اللہ کے بھائی شاہ اہل اللہ کے فرزند) مولانا یوسف (شاہ اہل کے نواسے) اور شاہ ولی اللہ کے خاندان کے بہت سے افراد بیعت کر کے سید صاحب کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔ شہر دہلی کے بہت سے لوگ بیعت ہوئے۔ آپ نے شاہ اسماعیل اور مولانا عبدالحیی کو درس و وعظ کی ہدایت کی۔ ان دونوں بزرگوں کی زبان میں بلا کی تاثیر تھی اور بلا شبہ دونوں علم و فضل کے بحر ذخار تھے۔ چنانچہ اُن کے مواعظ حسنہ نے لوگوں کے قلوب میں حیرت انگیز تغیر پیدا کر دیا۔

دہلی کے دورانِ قیام مختلف شہروں سے دعوت نامے موصول ہوئے جن میں اکابر علماء اور امراء نے سید صاحب سے درخواست کی تھی کہ وہ اُن کے ہاں تشریف لا کر اپنی زبانِ فیض ترجمان سے فسق و فجور کی طرف مائل افراد کی اصلاح فرمائیں۔ یہ ایک زبردست اصلاحی تحریک تھی جو سید صاحب کے مقدس مشن کی تکمیل کے لئے غیب سے رونما ہوئی تھی۔ آپ نے دعوت ناموں کو قبول کیا اور اپنے چند مریدوں کو ہمراہ لے کر اصلاح خلق کا مقدس فریضہ ادا کرنے کے لئے روانہ ہو گیا۔ آپ نے یہ تبلیغی اور اصلاحی دورہ محرم 1818ء میں شروع کیا۔ دہلی سے سہارن پور، میرٹھ، سردھنہ، مظفر نگر، دیوبند، گنگوہ، نانوتہ اور انبٹھ سے ہوتے ہوئے آپ پھر سہارن پور آئے اور یہاں چند روز قیام کے بعد دہلی واپس تشریف لے آئے۔

چند روز بعد سید صاحب کے بڑے بھائی مولانا سید محمد اسحاق آپ سے ملاقات کے لئے دہلی تشریف لائے اور آٹھ برس کے بعد دو بچھڑے ہوئے بھائی ملے۔ مولانا نے فرمایا کہ "مجھے نواب امیر خان کے لشکر سے تمہاری دہلی واپسی کا علم ہوا۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو، تم کہیں دور چلے جاؤ اور ملاقات ہونی دشوار ہو۔ اس خیال سے میری طبیعت کو قرار نہ ہوا اور ادھر روانہ ہوا۔ سب اہل وطن تمہیں یاد کرتے ہیں۔" سید صاحب نے بھائی کو اطمینان دلایا کہ انشاء اللہ جلد رائے بریلی آؤں گا۔

چنانچہ کچھ عرصے کے بعد آپ دہلی سے بریلی روانہ ہوئے۔ غازی آباد تک پہنچے تھے کہ بڑے بھائی سید محمد اسحاق کے انتقال کی خبر سنی۔ سخت مغموم ہوئے۔ مگر صبر وضبط سے کام لیا اور دوسروں کو بھی صبر کی تلقین فرمائی۔ اس سفر میں آپ ہاپوڑ، گڑھ مکتسر، امروہیہ، مراد آباد، رام پور بریلی اور شاہ جہاں پور سے گزرے اور 70 افراد کے قافلے کے ساتھ رائے بریلی میں داخل ہوئے۔

ان سب مقامات پر آپ نے قیام فرمایا اور وعظ و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔ ہر شہر میں وہاں کے علماء و مشائخ، امراء و رؤسا اور بعض فوجی سرداروں نے آپ کا استقبال کیا۔ کوئی شہر اور قصبہ ایسا نہ تھا، جہاں آپ کی تشریف آوری سے عجب رونق اور چہل پہل نہ ہو گئی ہو۔ بعض مقامات پر لوگوں کے جم غفیر آپ کے استقبال کے لئے آبادی سے کئی کئی میل باہر آئے ہوئے تھے۔ دیہات کے لوگ بیل گاڑیوں میں سوار ہو کر سید صاحب کی زیارت کرنے اور اُن کی زبان مبارک سے کلمات رشد و ہدایت سننے کے لئے آئے۔ بڑے بڑے رؤسا اپنے متوسلین سمیت آپ سے بیعت ہوئے۔ اکثر و بیشتر مقامات پر خواتین کی کثیر تعداد نے آپ کی بیعت کی۔ اس طویل دورے میں آپ نے ہر جگہ شرک و بدعت کے خلاف نہایت مؤثر تقریریں کیں۔ جن لوگوں سے بیعت لی اُن سے فسق و فجور سے بچنے، دیانت اور امانت کی زندگی گزارنے، مشرکانہ رسوم ترک کرنے اور روزے نماز کی پابندی کرنے کا عہد لیا۔ اس طرح سید صاحب کی کوشش سے لاکھوں افراد جن میں عوام، سیاسی پیشہ، تاجر، اہل حرفہ، امراء و رؤسا، خواتین، غرض ہر طبقے کے لوگ شامل تھے، سچے اور حقیقی مسلمان بن گئے۔ یہاں تک کہ بہت سے غیر مسلم بھی سید صاحب کی اثر انگیز تقریریں سن کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

ایک انقلابی قدم

اب تک سید صاحب کے عقیدت مند اپنا بیشتر وقت عبادت الٰہی اور ذکر و فکر میں گزارتے تھے، رائے بریلی پہنچ کر آپ نے انہیں ہدایت فرمائی کہ اپنا زیادہ وقت فنون جنگ سیکھنے اور اُن کی مشق کرنے میں صرف کیا کرو۔ یہ گویا پہلا کھلا اعلان تھا اُس کارنامہ عظیم کی تیاری کا جو آپ کو مستقبل میں انجام دینا تھا۔ سید صاحب کی یہ ہدایت اور یہ حکم بعض لوگوں کے لئے بڑا غیر متوقع تھا اور وہ لوگ جو سال ہا سال سے مراقبوں اور ذکر و فکر کے عادی ہو چکے تھے اُن کے لئے یک دم تلوار اور بندوق لے کر جنگی فنون کی مشق کرنے میدان میں نکل آنا آسان نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ شروع میں انہوں نے اس معاملے میں کچھ سرگرمی نہ دکھائی۔ مولانا غلام رسول مہر اپنی تصنیف "سید احمد شہید" میں لکھتے ہیں کہ مولوی عبدالرحیم کاندھلوی کے ذریعے یہ معاملہ سید صاحب کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے فرمایا:

> "ان دنوں دوسرا کام اس سے افضل ہمیں درپیش ہے۔ اب اس کی طرف ہمارا دل مشغول ہے، یعنی جہاد فی سبیل اللہ، اس کے سامنے حال کی کچھ حقیقت نہیں ہے۔ اس واسطے کہ وہ کام یعنی علم سلوک اس جہاد کے تابع ہے اگر کوئی تمام دن روزے رکھے، تمام رات زہد و ریاضت میں بسر کرے، یہاں تک کہ نوافل پڑھتے پڑھتے پیروں پر ورم آ جائے اور دوسرا شخص جہاد کی نیت سے ایک ساعت دن یا رات کو رنجک اٹھائے، تا کہ مقابلہ کفار میں بندوق لگائے وقت آنکھ نہ جھپکے تو وہ عابد اس مجاہد کے مرتبے کو ہرگز نہ پہنچے گا۔"

سید صاحب کی اس تقریر کا نہایت خوشگوار اثر ہوا۔ اُن کے دوسرے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے عقیدت مندوں نے سید صاحب کے مقصد و منشا سے آگاہ ہونے کے بعد مراقبہ اور ہر وقت ذکر و فکر کا شغل ترک کر کے جسمانی ورزش، تیر اندازی اور بندوق زنی کی مشق شروع کر دی اور چند ہی روز میں صوفیا کا یہ گروہ مجاہدوں کے چاق و چوبند دستے میں تبدیل ہو گیا۔ چنانچے ایک روز سید صاحب نے اپنے ایک مرید سے

فرمایا:

''وہ کام (سلوک) اس وقت کا ہے جب اس کام (جہاد) سے فارغ البالی ہو، اور اب جو پندرہ سولہ روز سے دوسرے انواع کی ترقی نماز یا مراقبے میں زیادہ معلوم ہوتی ہے، وہ اس کاروبار کے طفیل ہے۔ کوئی جہاد کی نیت سے تیر اندازی کرتا ہے، کوئی بندوق لگاتا ہے، کوئی پھری گدکا کھیلتا ہے، کوئی ڈنڑ پیلتا ہے۔ اگر ہم اس وقت اس (سلوک) کی تعلیم کریں تو ہمارے یہ بھائی لوگ کام سے جاتے رہیں۔''

فوجی چھاؤنی میں تبلیغی دورہ

سید صاحب رائے بریلی میں دو سال سے کچھ زیادہ مقیم رہے۔ دوران قیام آپ نے اپنے دوسرے تبلیغی اور اصلاحی دورے کا منصوبہ بنایا اور 170 عقیدت مندوں کے قافلے کے ساتھ الٰہ آباد، بنارس، کان پور اور سلطان پور کا دورہ کیا اور پھر رائے بریلی واپس تشریف لے آئے۔ کچھ عرصے بعد لکھنؤ کے دورے پر روانہ ہوئے۔ لکھنؤ اودھ کا دارالسلطنت، علماء وفقہا اور امراء و شرفاء کا مرکز تھا۔ لکھنؤ میں سید صاحب کے بزرگوں کے بے شمار عقیدت مند موجود تھے۔ قندھاریوں کی چھاؤنی میں اور رسالہ داروں کی چھاؤنی میں بہت سے لوگ آپ کے خاندانی مرید اور معتقد تھے۔ عبدالباقی خان قندھاری اور نواب فقیر محمد خان (جوش ملیح آبادی کے پردادا) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لکھنؤ میں سید صاحب کا پرجوش استقبال ہوا۔ بڑے بڑے علماء اور امراء نے آپ کے اعزاز میں ضیافتیں دیں۔ نماز جمعہ کے علاوہ بھی بڑے بڑے اجتماعات ہوئے جن میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ ایک بار جمعہ کے اجتماع میں چار ہزار آدمی شریک ہوئے۔ ان اجتماعات سے سید صاحب کے علاوہ آپ کے مرید اِن خاص مولانا عبدالحئی اور شاہ اسماعیل نے بھی خطاب کیا۔ متعدد عالم لوگوں نے سید صاحب سے مختلف مسائل کے بارے میں سوالات کئے۔ آپ نے اُن کے کافی وشافی جوابات دیئے۔ شیعہ وسنی دونوں آپ کے پرتاثیر وعظ کی محفلوں میں جوش وخروش سے شریک ہوئے۔ تقریباً ہر روز بیعت کرنے والوں کا ازدحام ہوتا۔ سنی اور شیعہ دونوں بیعت کرتے۔

سید صاحب کی لکھنؤ تشریف آوری سے اودھ کے لشکریوں میں بھی انقلاب آ گیا۔ سید صاحب کے بعض عقیدت مند رسالہ داروں کے زیر اثر اور پھر سید صاحب کی زیارت اور پرتاثیر گفتگو سے متاثر ہو کر سینکڑوں فوجیوں نے آپ کی بیعت کی۔ چنانچہ ایک رسالہ دار کی درخواست پر سید صاحب لکھنؤ چھاؤنی میں تشریف لے گئے اور تین چار سو سواروں اور افسروں نے آپ کی بیعت کی۔

مسلم معاشرے کا احوال

جناب پیام شاہجہاں پوری اپنی تصنیف ''شہادت گاہ بالاکوٹ'' میں اس وقت کے مسلم معاشرے کا احوال یوں بیان کرتے ہیں' سید صاحب کے ان تبلیغی دوروں کے بڑے حوصلہ افزاء نتائج نکلے۔ ان دوروں کا اصل مقصد مخلوق خدا کی اصلاح تھا۔ خدا کے بندوں کو خدا کی طرف سے بلانا تھا جو اُس سے بہت دور جا پڑے تھے۔

اس دور میں مسلم معاشرے کا نقشہ بُری طرح بگڑا ہوا تھا۔ عوام سے لے کر امراء اور شاہان وقت سب فسق و فجور میں مبتلا تھے۔ زنا کاری، شراب خوری، بددیانتی اور بے ایمانی رگ و پے میں رچ بس گئی تھی۔ حرام وحلال میں امتیاز ختم ہو گیا تھا۔ سرکاری ملازمین عوام پر بے دریغ ظلم کرتے تھے۔ کھلے بندوں لوٹ مار کرتے اور عوام کا مال غصب کر لیتے تھے۔ سید صاحب نے اپنی تقریروں میں مسلمانوں کو ان خرابیوں کی طرف توجہ دلائی۔ ان کے مضر اثرات سے متنبہ کیا۔ اسلام کی حقیقی اور سچی تصویر پیش کی اور انہیں اخلاق ونفس کی اصلاح پر آمادہ کیا۔ سید صاحب کی نورانی صورت، اعلیٰ کردار، پاکیزہ اخلاق، مؤثر اور دل نشین انداز بیان، اسلام کے لئے سچی لگن اور لہجے کا خلوص ان سب باتوں نے لوگوں کے قلوب پر غیر معمولی اثر کیا۔ نتیجہ یہ نکلا سینکڑوں فاسق وفاجر بداعمالیوں سے تائب ہو گئے۔ کتنی ہی طوائفوں نے اپنے شرمناک پیشے سے توبہ کر لی اور سید صاحب کے ذریعے نیک دل مسلمانوں کے حبالۂ عقد میں آ کر پاکیزہ زندگی گزارنے لگیں۔ ہزاروں مسلمان جو محض نام کے مسلمان تھے، کام کے مسلمان بن گئے۔ بیسیوں چور اور ڈاکو آپ کی تلقین و ہدایت سے ان افعال بد سے تائب ہو کر آپ کی بیعت میں داخل ہوئے اور حلال کی روزی کمانے لگے۔ جن لوگوں نے کبھی مسجد کا منہ بھی نہ دیکھا تھا، نہایت پابندی سے نماز باجماعت ادا کرنے لگے۔ ہزاروں گھروں سے شرک و بدعت اور رسومات بد کے بت نکال دیئے گئے اور مسلمانوں کے گھر سچی اسلامی زندگی پیش کرنے لگے۔

خواتین کی اصلاح وتربیت

''سید صاحب نے اپنے ان دوروں میں خواتین سے خاص طور پر یہ عہد لیا کہ وہ شرک نہیں کریں گی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سید صاحب نرے ولی اور روایتی پیر نہ تھے، بلکہ معاشرتی خرابیوں کے اسباب پر بھی گہری نظر رکھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ان برائیوں کا سوتا کہاں سے پھوٹتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس سوتے کو بند کرنے کی طرف خصوصی توجہ دی۔ وہ جانتے تھے کہ گھر اور خاندان کے معاملات کا دارومدار خواتین پر ہوتا ہے، اگر اُن کی روش اور خیالات درست ہوں تو گھر اور خاندان کی ساری فضا درست رہتی ہے۔ یہ حکیم فرزانہ اس حقیقت سے بھی واقف تھے کہ خواتین میں اثر پذیری کا مادہ مردوں سے بہت زیادہ ہوتا ہے۔ وہ ضعیف الاعتقاد بھی زیادہ ہوتی ہیں اور رسوم ورواج کے بندھنوں میں تیزی سے جکڑ جاتی ہیں۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ مرد نہایت قوی ارادہ ہونے کے باوجود خواتین کے اثر میں آ جاتے ہیں۔ مردوں کی اسی فطری کمزوری کے پیش نظر سید صاحب نے خواتین کی اصلاح وتربیت کی طرف زیادہ توجہ دی اور گھریلو ماحول کو شرک وبدعت اور مشرکانہ رسوم سے پاک کرنے کے لئے انہوں نے خواتین سے یہ عہد لیا کہ وہ شرک وبدعت اور رسوم بد سے اجتناب کریں گی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خواتین نے مردوں سے وہ مطالبات کرنا ترک کر دیئے جن کی بناء پر ایک طرف روپیہ کا اسراف ہوتا تھا اور دوسری طرف مسلمانوں کا گھر مشرکوں کا گھر معلوم ہوتا تھا۔ غرض سید صاحب کے ان دوروں کی وجہ سے مسلم معاشرے کا نقشہ بالکل بدل گیا اور ایسے صاحب کردار، نیک اخلاق اور پاکیزہ کردار لوگوں کی ایک جماعت پیدا ہو گئی جن کے دلوں میں اسلام کا درد تھا اور جو سارے معاشرے کو اپنے رنگ میں رنگ دینا چاہتی تھی۔

تلوار، بندوق یا پستول

اپنے تبلیغی دوروں میں سید صاحب جہاں بھی تشریف لے گئے اور جس مجلس وعظ میں شریک ہوئے انہوں نے ایک بات کا ہمیشہ اہتمام کیا۔ وہ یہ کہ تلوار، بندوق یا پستول میں سے کوئی نہ کوئی ہتھیار ہاتھ میں ہوتا یا کمر سے آویزاں ہوتا تھا۔ بعض علماء نے اس پر اعتراض بھی کیا کہ یہ شان اہل اللہ کی نہیں ہوتی۔ دراصل اس طرح سید صاحب اپنے طرزِ عمل سے عام مسلمانوں، علماء، صوفیاء اور پیروں کو خانقاہی زندگی سے نکال کر عملی اور مجاہدانہ زندگی کی طرف دعوت دے رہے تھے۔ اس سے اُن کا مقصد یہ تھا کہ لوگ اُن کا نمونہ دیکھ کر آسائش وتعیش کی زندگی ترک کر دیں اور جو لوگ ہتھیار باندھتے ہوئے شرماتے ہیں وہ وقت کے اس سب سے بڑے مصلح اور مجدد کی تقلید میں ہتھیار باندھنا اور انہیں استعمال کرنا شروع کر دیں۔ دراصل اس طرح سید صاحب لوگوں کو اس بلند نصب العین کے لئے تیار کرنا چاہتے تھے جو اُن کے پیش نظر تھا۔ اور جن کے حصول کے لئے انہیں مصائب وشدائد کی خار دار اور دشوار گزار وادیوں میں سے گزر کر شہادت کے منصب پر فائز ہونا تھا۔

(جاری ہے)

ہیں آج کیوں ذلیل......؟

ہم دورِ جدید میں دوسری قوموں سے پیچھے کیوں ہو گئے اور دوسری قومیں ہم سے آگے کیوں نکل گئیں؟ اس سوال سے آج کا ہر مسلمان دوچار ہے!

ہم نے اس پر جتنا غور کیا' ایک ہی بات سمجھ میں آسکی کہ مسلمانوں کا یہ انجام خدائی قانون کے تحت ہوا ہے۔ اس دنیا کے لئے خدا کا قانون یہ ہے کہ جو گروہ اپنے آپ کو نفع بخش ثابت نہیں کرے گا' اس کو پیچھے دھکیل دیا جائے گا۔ موجودہ زمانے کے مسلمان چونکہ بے نفع ہو گئے ہیں' اس لئے ان کو کوئی عظمت حاصل نہیں رہی۔

عروج وزوال کے اس خدائی اصول کو ہم نے قرآن مجید سے اخذ کیا ہے۔ ''اللہ نے آسمانوں سے پانی اتارا' پرنالے اپنی مقدار کے موافق بہہ نکلے۔ پھر سیلاب نے ابھرتے جھاگ کو اٹھا لیا اور اسی طرح کا جھاگ ان چیزوں میں بھی ابھر آتا ہے جن کو لوگ زیور یا کوئی اور سامان بنانے کے لئے آگ میں پگھلاتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی مثال بیان کرتا ہے۔ پس جھاگ تو سوکھ کر رہ جاتا ہے اور جو چیز لوگوں کو نفع پہنچانے والی ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے۔'' (الرعد:17)

دورِ قدیم میں اسلام کو غیر معمولی عظمت ملی۔ اسلام نے دنیا کو توہمات کے دور سے نکال کر پہلی بار سائنس کے دور میں داخل کیا۔ قدیم زمانے میں لوگوں نے فطرت کی طاقتوں اور اس کے مظاہر کو خدا مان لیا تھا۔ انسان سورج و چاند سے لے کر دریا اور پہاڑ تک ہر چیز کے آگے جھکتا تھا۔ یوں انسان نے اپنی عظمت کھو دی تھی۔ اسلام نے پہلی بار انسان کو اس کی عظمت کا احساس دلایا۔ مظاہر فطرت کی پرستش سائنسی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنی ہوئی تھی۔ اسلام نے توحید کے عقیدہ کے ذریعے سائنسی اور صنعتی دور کا آغاز کیا۔ قرآن کریم میں تقریباً 700 ایسی آیات ہیں جو انسان کو مظاہر فطرت پر غور وفکر کرنے کی دعوت دیتی ہیں۔ یہ ایک نئی آواز تھی۔ اسلام کا یہ پیغام صرف پیغام نہ رہا بلکہ ایک عالمی انقلاب بن گیا' جس نے اولاً عرب کے دل و دماغ کو فتح کیا اور پھر سو سال کے اندر اندر ایشیا' افریقہ اور یورپ تک جا پہنچا۔ انسان نے اپنے آپ کو ایک ایسی دنیا میں پایا جو پوجنے کی چیز نہیں بلکہ برتنے کی چیز ہے۔ وہ کائنات کا تابع نہیں بلکہ اس کی ہر شے انسان کے لئے مسخر کی گئی ہے۔ چنانچہ اسلام کے اس اعتقادی انقلاب کے ساتھ ہی ایک عظیم الشان علمی اور فکری انقلاب بھی شروع ہو گیا۔ ''توحید'' اس دنیا کی سب سے بڑی سچائی ہے۔ توحید کو اختیار کرنے کی وجہ سے دورِ اول کے مسلمانوں کے لئے یہ ممکن ہوا کہ وہ دنیا والوں کے لئے نفع کا باعث بن سکیں۔ مسلمان کئی سو سال تک ساری دنیا میں علم طب کے امام تھے۔ یورپ کے میڈیکل کالجوں میں پڑھائے جانے والے نصاب کا بیشتر حصہ مسلمان اطباء کی تصانیف کے تراجم ہی پر مشتمل تھا۔ علم جغرافیہ پہلی مرتبہ پوری دنیا کا نقشہ تیار کیا گیا جو آج تک ایک اساسی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ علم ہندسہ' طبیعیات' فلکیات اور ریاضی علوم کے موجد بھی مسلمان ہی تھے۔

ملک خدا بخش' سرگودھا

سوال یہ ہے کہ اب ہمیں کیا کرنا ہے! آج مسلمان سائنس اور صنعت میں تمام قوموں سے پیچھے رہ گئے ہیں اور یوں وہ دنیا کے لئے نفع بخش نہیں رہے۔ امت مسلمہ چونکہ ایک محفوظ کتاب کی حامل ہے' لہٰذا اس نسبت سے وہ خود بھی ایک محفوظ امت ہے۔ اس محفوظیت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جہاں مواقع بظاہر ختم ہو جائیں وہاں بھی اس کے لئے ایک نیا موقع موجود رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کے لئے خاص طور پر یہ فیصلہ کر لیا ہے ''**فان مع العسر یسراً ان مع العسر یسراً** '' پس مشکل کے ساتھ آسانی ہے' بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ (الانشراح)

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت موجودہ زمانے میں پوری طرح ظاہر ہو چکی ہے۔ سائنس اپنی ترقی کی انتہا کو پہنچ کر ایک ایسی سنگین مسئلہ سے دوچار ہے جس کا خود اس کے پاس کوئی حل نہیں۔ ایک محفوظ آسمانی کتاب کے حامل ہونے کی وجہ سے صرف مسلمان ہی پوری انسانیت کو اس مسئلے کے حل کا تحفہ پیش کر سکتے ہیں۔

انسانی معلومات میں بے پناہ اضافہ اور ایجادات کے ایک سیلاب نے انسانی زندگی کو آسودہ اور بہتر تو بنایا مگر آج سائنس گہرے اخلاقی سوالات سے دوچار ہے۔ ٹیکنالوجی کے خطرات انسانیت کے لئے ایک بڑا چیلنج بن چکے ہیں۔ جدید دنیا کا یہی وہ خلاء ہے جہاں مسلمان اپنے نفع بخش ہونے کا ثبوت دے سکتے ہیں اور اپنی کھوئی ہوئی عظمت دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے ''**الابذکر اللہ تطمئن القلوب**'' سن لو اللہ کی یاد ہی سے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے۔'' انسان کو مادی ساز وسامان کے ساتھ ایک عقیدہ اور اصولِ حیات بھی درکار ہے جو کہ سائنس کبھی بھی اس کو مہیا نہ کر سکی اور اس کمی نے دنیا کو غیر مطمئن کر رکھا ہے اور انسان اندرونی توڑ پھوڑ سے دوچار ہے۔ جدید تعلیم یافتہ انسان معلومات کے ڈھیر کے درمیان کھڑا ہو کر یہ سمجھتا ہے کہ اچھائی اور برائی کی حقیقت کو پالے گا' مگر جب اپنی عقل سے ان کو متعین کرنے کی کوشش کرتا ہے تو بے بس ہو جاتا ہے۔

یہی بے اطمینانی جدید دور کے تمام باشعور انسانوں کا پیچھا کئے ہوئے ہے۔ ان کی اکثریت یہ بات جان چکی ہے کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی انسانیت کے مسئلے کا حل نہیں۔ آج کے انسان کو یہ بتانا اس کو سب سے بڑا تحفہ دینا ہے کہ ایک ایسا بلند طریقہ موجود ہے' جس کے ذریعے نامعلوم کو معلوم کیا جا سکے۔ وہ الہام الٰہی ہے' جو اپنی اس محفوظ شکل میں بصورت قرآن کریم موجود ہے۔

انسان کے اندر اخلاقی اور مذہبی احساس بے حد طاقتور ہے اور یہ کسی طرح ختم نہیں ہو سکتا۔ مگر آج کا جدید انسان مذہب کے حوالے سے جس چیز سے متعارف ہے' مذاہب کی بگڑی ہوئی صورتیں ہیں' جن کے ساتھ انسانی فطرت کو قطعاً کوئی مطابقت نہیں' لہٰذا آج انسان جب مذہب کے بارے میں سوچتا ہے تو اس بگڑے ہوئے مذہب کو دیکھ کر وہ اس کے قریب آ کر پھر دوبارہ دور ہو جاتا ہے' جبکہ اسلام ایک محفوظ مذہب ہے اور ان خرابیوں سے یکسر پاک ہے' جو انسانی ملاوٹ کے نتیجہ میں دوسرے مذاہب کے اندر پیدا ہو گئی ہیں۔ انسان کی فطرت جس مذہب کو تلاش کر رہی ہے' وہ حقیقتاً ''الدین الاسلام'' ہی ہے۔ لیکن آج کے مسلمان اسے دنیا کے سامنے اس کی اصلی شکل وصورت میں پیش ہی نہیں کر پائے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ والا ماڈل جو دورِ خلافت راشدہ میں قائم ہوا تھا' دنیا کے کم از کم کسی ایک اسلامی ملک میں قائم کر کے دکھایا جائے۔ دورِ جدید کی مادر پدر آزاد ٹیکنالوجی کے منفی اثرات کے ہاتھوں بیزار اور بیمار انسانیت کے سامنے اسلام کا نظامِ عدل و قسط عملی طور پر پیش کیا جائے۔ یہ پوری انسانیت کے لئے ایک عظیم تحفہ ہے' جس کی اس دور میں بے حد ضرورت ہے۔

یہ مقام آج مسلمانوں کے لئے خالی ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں وہ اہلِ عالم کے لئے نفع بخش بن سکتے ہیں اور یوں دوبارہ اپنے آپ کو کھوئی ہوئی عظمت کا اہل ثابت کر کے اقوام عالم کے امام بن سکتے ہیں۔!

کتاب نما

سیرت النبی ﷺ نزول قرآن کی روشنی میں

نئی کتاب کا تعارف

مصنف کی یہ ساتویں کتاب اُس وقت پیدا ہوئی ہے، جبکہ خیر سے وہ چھیاسی کے پیٹے میں ہیں۔ بینائی دن بدن کمزور اور ضعف و اضمحلال بڑھتا جا رہا ہے۔ اس کے باوجود قرآن کے فلسفے پر لکھنے اور مزید لکھنے میں مصروف ہیں۔ چونکہ مولانا الطاف جاوید مولانا عبیداللہ سندھی کے شاگرد اور مرید خاص ہیں، اس لئے لفظ انقلاب سے خاص لگاؤ ہے۔ اس کتاب کا بھی اصل نام "انقلاب مکہ" ہے۔ قرآن حکیم اور سیرتِ طیبہ کے عمیق مطالعے کے بعد وہ یہ بات علیٰ وجہ البصیرت کہتے ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام جو دنیا کے ہر حصے میں مختلف اقوام کی طرف بھیجے گئے، وہ سب "انقلاب" کے داعی تھے، اور انقلاب کا بنیادی مقصد ہے معاشرے میں موجود طبقات اور استحصال کو ختم کرنا اور معاشی ناہمواریوں کو دور کرنا۔ تاریخ اور فلسفہ مولانا الطاف جاوید کے مطالعے کا خاص موضوع ہے۔ شاہ ولی اللہ، ہیگل اور مارکس کے معاشی فلسفے پر گہری نظر رکھتے ہیں۔

مکہ میں جو انقلاب اللہ کے آخری رسول ﷺ لائے تھے، وہ خلافت راشدہ کے بعد برگ و بار کیوں نہ لا سکا؟ مغرب کے علمی اور تہذیبی انقلاب، فرانس کے سیاسی انقلاب اور روس کے اشتراکی انقلاب کا منبع تو وہ انقلاب ہے جو اسلام کی شکل میں مکہ میں رونما ہوا تھا، لیکن آخر کیا وجہ ہے کہ خود دنیائے اسلام اپنے ہی پیدا کردہ انقلاب کے ثمرات سے محروم ہے۔ اس کی وجہ مولانا الطاف صاحب یہ بتاتے ہیں کہ "مسلم ذہن نے استخراجی منہاج کو اپنا لیا جو قیاس پر مبنی تھا اور معاشرے کے معروضی حقائق کو ضروری قرار نہیں دیتا۔ اگرچہ انقلاب مکہ کے باعث بغداد اور قرطبہ کے عظیم الشان علمی ادارے وجود میں آئے جن سے شیخ الاشراق شہاب الدین سہروردی، ابن ماجہ، ابن طفیل اور ابن رشد جیسے فلسفی اور بوعلی سینا جیسے طبیب پیدا ہوئے۔ مگر تحقیق کی نہج استخراجی منہاج ہی پر قائم رہی" جبکہ کسی بھی معاشی اور حقیقی انقلاب کے لئے استقرائی منہاج شرط اول ہے۔

مولانا صاحب قرآن مجید کی موجودہ ترتیلی ترتیب (مصحف عثمانی) اور اس کی گذشتہ ڈیڑھ ہزار سال میں کی گئی تفسیروں کو بھی استخراجی منہاج پر قرار دے کر "غیر انقلابی" اور روایتی قرار دیتے ہیں اور صرف ترتیب نزولی کو استقرائی خیال کرتے ہیں۔ اپنی ایک سابقہ تالیف "انقلاب مکہ اور فہم قرآن کے جدید منہاج" میں مولانا صاحب نے نزولی ترتیب کو نظر انداز کے منطقی (منفی) نتائج پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، جن کا خلاصہ یہ ہے۔

1- قرآن اور سیرت نبوی کی علیحدگی ہوئی۔ ساری مسلم تاریخ میں شاید ایک بھی سیرت ایسی نہیں لکھی گئی جس میں واقعات کے مرحلہ وار ظہور کے ساتھ ساتھ اس عہد کے نازل شدہ قرآن کو بھی دیا گیا ہو۔ صرف پروفیسر محمد اجمل خان کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ انہوں نے سیرت قرآنیہ مرتب فرمائی۔

2- قرآن کا نصب العین معاشرتی انقلاب برپا کرنا نہ رہا، بلکہ یہ چند عقائد و رسوم کا ایک مذہب بن گیا، جن کو بجالانے کا منتہائے مقصود اخروی نجات بن کر رہ گیا۔

3- اس نصب العین کے اوجھل ہونے کی وجہ سے وہ معاشی طبقہ (ذرائع پیداوار پر قابض) بھی سامنے نہ رہا جس کے خلاف جدوجہد کا مکی دور میں واسطہ پڑا تھا اور جس کے خلاف نوٹس لیے بغیر تاریخ انسانی میں آج تک کسی معاشرے میں انقلابی تبدیلی نہ آسکی۔

4- مکی قرآن نے شرف بشریت، وحدت انسانی، عمرانی و معاشی مساوات، سیاسی حرمت اور پست و بالا طبقات سے پاک معاشرے کے جو اعلیٰ اقدار و تصورات دیئے تھے، وہ موجودہ ترتیب مصحف عثمانی کی نظروں سے اوجھل ہو کر فقہی اختلافات کی صورت میں ابھر آئے ہیں۔ جن کا فیصلہ عقل و شعور کی بجائے ملاؤں کی گرفت میں آگیا ہے۔

5- معیشت اور اخلاق کے درمیان جو نامیاتی ربط ہوتا ہے اور جسے مکی قرآن نے واضح کیا تھا، ٹوٹ چکا ہے۔

6- فرد کی اخلاقی اصلاح اور اُس کے معاشرتی ماحول کے درمیان جو منطقی لزوم پایا جاتا ہے، وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

7- ہمارے بہت سے مسائل، خاص طور پر معاشی اور سیاسی، تعلیمی اور ادبی و فنی مسائل، اجتماعی مفاد کے حق میں صحیح تعبیر حاصل نہ کر سکے اور مسلمان پوری تیرہ صدیاں جاگیرداری معیشت اور ملوکیت کے سیاسی نظام کی دلدل میں پھنسے رہے۔ یہ نتیجہ محنت کے استحصال کو گناہ کبیرہ کی فہرست میں شامل نہ کرنے کا۔

8- قرآن حکیم کی حکمت و دانش پر فقہ کو غلبہ حاصل ہو گیا۔ فقیہوں اور محتسبوں نے ہر جگہ روایتی عقائد کی حمایت میں حکمت (سائنس) کے مطالعے کے راستے میں رکاوٹیں پیدا کرنا شروع کر دیں۔ حکماء کا احتساب ہونے لگا۔ آگے چل کر آزاد ذہن سے سوچنے والے صوفیا اور حکماء کے سر بھی کٹنے لگے۔ یہ سب کچھ نتیجہ تھا مدنی قرآن کا اپنے مکی حصے سے علیحدہ ہو جانے کا۔

یہ اور ایسی ہی دوسری فکری و عملی قباحتوں کا علاج مولانا صاحب کی نظر میں صرف یہ ہے کہ قرآن مجید کی سورتوں کو نزولی ترتیب کے مطابق مرتب کیا جانا چاہئے۔ لکھتے ہیں "میں 1943ء کے وسط میں حضرت عبیداللہ سندھی کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے پیر گوٹھ جھنڈو کے مدرسہ دارالرشاد میں پہنچا اور مولانا کی وفات تک وہیں رہا۔ وہاں فلسفہ، معاشیات، سیاسیات اور عمرانیات وغیرہ کے متعلق جدید تصانیف کے مطالعے کا موقع ملا۔ اس مطالعے کے نتیجے میں مجھے یہ معلوم ہوا کہ جب تک قرآن حکیم کے عہد نزول کا تاریخی پس منظر، سورتوں کی ترتیب نزولی اور اُن کی روشنی میں سیرت نبوی کا مطالعہ نہ کیا جائے گا تو قرآن اور اسلام کی صحیح تفہیم ناممکن ہے۔"

لفظ "ناممکن" ہمارے خیال میں محل نظر ہے۔ مولانا صاحب کو مصحف عثمانی کی ترتیب ترتیلی سے اس قدر بھی مایوس نہ ہونا چاہئے کہ ترتیب نزولی کے مطابق قرآن مجید کی تدوین نو کے بغیر مسلمان کو قرآن سمجھ میں آئے نہ اسلام اور نہ سیرت طیبہ۔ انہوں نے پروفیسر محمد اجمل خان کی متوسط سیرت قرآنیہ (جواب پاکستان میں "الفیصل ناشران" کے زیراہتمام چھپ چکی ہے) کی اساس پر اور کسی قدر تشریح مزید کے ساتھ اپنی زیرِ نظر تصنیف "انقلاب مکہ" میں سورتوں کے نزول کی ترتیب کے مطابق جو سیرت نبویؐ مرتب کر کے ہمیں عطا فرمائی ہے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ وہ زیادہ پر تاثیر نہیں ہے۔ سیرت کے واقعات کو آیات ربانی کے پہلو بہ پہلو، خود بخود اجاگر ہونا چاہئے۔ واقعات کم بولے ہیں، مصنف زیادہ بولے ہیں۔ بے شک ترتیب نزولی کے اپنے فوائد ہیں، جن میں منطقی تسلسل کا فائدہ سب سے بڑھ کر ہے۔ لیکن زیرنظر کتاب میں وہ فوائد کم ابھرے ہیں۔

یہ کتاب فکشن ہاؤس 18 مزنگ روڈ، لاہور نے بعوض 200 روپے طبع کی ہے۔

(تبصرہ نگار...... سید قاسم محمود)

جیت گئی توپی ہمارے ہار گئی توپی کے سنگ

''رجوع القرآن کورس'' کے ایک شریک جناب محمد اکرم انجینئر کے قلبی تاثرات

سچے جذبات' سچی تحریر

❁ چند برس پہلے کی بات ہے' میرے ایک رفیق کار نے ''تنظیم اسلامی'' میں شمولیت اختیار کی۔ حج پر چلے گئے پھر رجوع الی القرآن کورس کیا' جس کے نتیجے میں وہ بالکل بدل چکے تھے۔ اب اسلامی شعار کے پیکر جی ایم سومرو کی طرزِ زندگی اسلامی مجاہد کی سی تھی۔ میرا دل بھی چاہنے لگا کہ غلام محمد بنا جائے لیکن غم روزگار نے اس جذبے کو متحرک نہ ہونے دیا۔ ریٹائرمنٹ کے بعد جب میں نقل مکانی کر کے ماڈل ٹاؤن کے ڈی بلاک میں رہائش پذیر ہوا تو اندر سے سوال اٹھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے قرآن اکیڈمی کے قریب رہائش کیوں دی ہے۔ سوال کرنے والا جواب بھی خود ہی دیتا رہتا کہ تو خود ہی غلام محمد بننا چاہتا تھا۔ اب وقت آ گیا ہے' بن جا۔ اسی دوران ایک اور حملہ ہوا۔ بہت اچھے پیکج والی ملازمت بالکل قریب نظر آنے لگی۔ دل بھی اسی طرف مائل ہونے لگا لیکن اس دفعہ دل یا شکم میں سے دل والا معاملہ قدرے غالب لگتا تھا۔ سوچا ملازمت والے معاملے کا تعاقب نہ کیا جائے' اور جو پہلے آ جائے اسے ہی مقدر سمجھا جائے۔ رجوع الی القرآن کورس کے لئے درخواست دی۔ انٹرویو ہوا اور 2 ستمبر 2002ء سے باقاعدہ کلاسز کا اجرا ہو گیا۔ باقی خیالات دل سے خود بخود رخصت ہو گئے۔

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے ساتھ افتتاحی نشست آج تک خوب یاد ہے۔ ساتھیوں سے تعارف تو ہوا ہی۔ خدمتِ قرآن کی 35 سالہ جہدِ مسلسل' ہمہ جہت مومنانہ طرزِ فکر و عمل اور اس کے نتیجے میں وقوع پذیر ہونے والے اداروں سے آگاہی ہوئی۔ قرآن اکیڈمی کے قیام اور رجوع الی القرآن کورس کے اغراض و مقاصد پر سیر حاصل تبصرہ سنا۔

پہلے ہی دن سے اس کورس کا سورج نصف النہار پر تھا جو مسلسل نو ماہ اسی جگہ پوری تابانی سے چمکتا رہا۔ عاشقوں کی ایک جماعت ہر قسم کی ذاتی مشغولیات سے بے نیاز اس کام میں جُت گئی۔ ان سب کا جوشِ رفتار ایک ہی سمت میں تھا۔ سب کا نصب العین ایک ہی تھا۔ قرآن فہمی اور حصولِ فوز و فلاح' عربی گرائمر' عربی بول چال' تجوید' حدیث و فقہ' تذکیر بالقرآن اور منتخب نصاب یعنی سورہ العصر سے حصولِ فوز و فلاح کے ترکیبی عناصر۔ ایمان' عمل صالح' تواصی حق اور تواصی صبر کے عمومی معیار' برتر طرق اور بلند ترین مقامات کی نشاندہی' تصرف اور تفسیر کی عملی مثالیں' انجام و انعامات وغیرہ سے کما حقہ واقفیت۔ اس مرکزی دھارے کے پہلو بہ پہلو اقبالیات' اسلام کی نشاۃ ثانیہ' مادی اور روحانی فلاسفہ کا تقابلی جائزہ' ماہرین و اکابرین کے معاشی' معاشرتی مسائل' فلسفہ اخلاق اور ایمانیات پر خصوصی لیکچرز اور دعوت رجوع الی القرآن کے پس منظر میں ڈاکٹر صاحب کی ویڈیوز ایسی مزید دلچسپیاں تھیں گویا کورس کے کے زیور پر خوبصورت اور قیمتی ہیرے موتی۔

ابریشم کی طرح نرم ان عاشقوں کی جماعت اتنی لگن سے محو تھی کہ ہر لحظہ ہر آن اِن کے پیشِ نظر ان کا مقصد ہی رہتا تھا۔ پس یہی لگن تھی کہ معیاری بات بتائی اور سمجھائی جائے۔ پھر شرکاء کو امتحانات کی کٹھالیوں سے ہر وقت گزارا جائے تا کہ جو سنا ہے' وہ سمجھا جائے اور جو سمجھا ہے اسے اچھی طرح راسخ کیا جائے۔ میں نے اپنے تئیں بارہا سوچا کہ کوئی ایسا ''شارٹ کٹ'' تجویز کیا جائے جس سے یہ مقصد بھی حاصل ہو جائے اور اس توسیعی آزمائشوں سے بھی بچا جا سکے لیکن یقین جانئے ذہن کسی ایسی ترکیب کے وضع کرنے میں مکمل ناکام رہا۔

اس کورس میں اساتذہ اور شرکاء کا کردار مثالی تھا۔ یہ شاندار رابطے کی کاوش تھی جو دینی مدارس کی روایتی ادب و آداب سے کافی ہٹ کر تو ضرور تھی لیکن اس میں ادب آداب کے ضروری اثرات و ثمرات کی واضح جھلک خاصی نمایاں تھی۔ اس بندہ ناچیز کو گورنمنٹ کالج اور انجینئرنگ یونیورسٹی میں تعلیم کے بعد دورانِ ملازمت نیپا' سٹاف کالج کے علاوہ اندرون و بیرون ملک بہت سے کورسز کرنے کا اتفاق ہوا ہے۔ آج تک میں نے جتنے کورسز کئے ہیں قرآن اکیڈمی میں رجوع الی القرآن کورس اپنی متانت' معنویت' مقصدیت' عملیت' غرضیکہ ہر لحاظ سے بہترین تھا۔ پورے وثوق سے عرض کر رہا ہوں کہ میں نے آج تک اتنا Demanding کورس نہیں کیا جو صبح آٹھ بجے سے دوپہر ایک بجے تک کی تدریس کے بعد روزانہ کم از کم چار پانچ گھنٹے کے سنجیدہ اور گہرے مطالعے کا تقاضا کرتا ہو۔

اب جبکہ میں اس کورس سے گزر چکا ہوں' وہی ہمدم وہی ساتھی جو مجھ سے قرآن اکیڈمی کے قریب بسنے کی وجہ پوچھا کرتا تھا' اب کہتا ہے ''تو مسلسل نو ماہ تک اس چشمہ سلسبیل سے سیراب ہوتا رہا' اب کیا ارادہ ہے'' میری خاموشی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ خود ہی کہے جاتا ہے ''چاکری کر لے' چمن میں مالی بھرتی ہو جا'' پوچھتا ہوں کن شرائط پر' جواب دیتا ہے وہی پرانی ''جیت گئی توپی ہمارے ہار گئی توپی کے سنگ'' ''خوب نہلائی دھلائی کرنا' مشکیں بھر بھر کر پانی دینا۔ بڑے چھوٹے بہت سے غلامانِ محمدؐ پیدا ہوں گے۔ ان کی خوشبو سے چار دانگ عالم مہک جائے گا'' میں پوچھتا ہوں پھر کیا۔ پھر کیا ہو گا' کہتا ہے ''پھر ایک دن چمن کے مالک کا پیامبر آئے گا۔ مالی' بابا تجھے بلاتے ہیں۔ چل تیرا پیمانہ بھر دیں' تجھے راضی کر دیں۔ من و تو کے رشتہ کے ساتھ ہی شور و غوغا ختم ہو جائے گا۔ قطرہ دریا میں فنا ہو کر بقا پائے گا۔''

اگرچہ میں اسے مکمل طور پر نہیں جانتا لیکن میں سوچتا ہوں' یہ میرا ہمدم یہ میرا ساتھی' کہتا تو ٹھیک ہی ہے۔ ❁

ضرورت اساتذہ

ہمیں اپنے ادارے کے لئے اسلامی سوچ رکھنے والی اور اپنے مضمون میں اہلیت رکھنے والی درج ذیل خواتین اساتذہ کی ضرورت ہے:

☆ مونٹیسوری ٹیچر + ہیلپر ٹیچر
☆ انگلش اینڈ میتھ ٹیچر (برائے جونیئر کلاسز) [سپوکن انگلش کی صلاحیت ضروری ہے]
☆ سائنس ٹیچر (برائے سینئر کلاسز)
❁ تنخواہ حسب لیاقت و تجربہ ہو گی
❁ کم سے کم ایک سال کا معاہدۂ ملازمت ہو گا۔ (سیشن کے آغاز سے اختتام تک)

برائے رابطہ: محمد حامد حسن' **حرا سکول** (رجسٹرڈ) لاہور
152۔ ڈی بلاک' ماڈل ٹاؤن' لاہور فون: 5851727
E-mail:hamid_lahore@yahoo.com

ایران پر امریکی دباؤ

گزشتہ سے پیوستہ دو تین ہفتوں کے دوران میں چچا سام کی دھمکیوں کا نشانہ اس کا بھتیجا ملک شام تھا۔ لیکن اردن میں امریکی صدر بش، اسرائیلی وزیراعظم ایریل شیرون اور فلسطینی (نامزد) وزیراعظم محمود عباس کی سربراہی کانفرنس کا ماحول خوشگوار بنانے کے لئے ماہر شاطر کولن پاول (وزیر خارجہ امریکا) کانفرنس سے تین روز پہلے دمشق پہنچے اور وہاں شام کے صدر بشار الاسد پر جانے کیا جادو چلایا کہ اس محاذ پر اب تک خاموشی چھائی ہوئی ہے، لیکن امریکا کی تیز رفتار سیاسی حکمت نے فوری طور پر ایران کا رُخ کر لیا۔ 3 جون کو ایران نے اپنے ایٹمی پروگرام کے سخت اور گہرے معائنے کے لئے ایٹمی عدم پھیلاؤ کے اضافی سمجھوتے پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا، حالانکہ اس سے پہلے یہ خبریں آ رہی تھیں کہ امریکا ایران سے خفیہ مذاکرات کر رہا ہے اور امید ہے کہ دونوں ملکوں میں کوئی "پُر امن" سمجھوتہ ہو جائے گا۔ اُسی روز ترقی یافتہ صنعتی ممالک کے گروپ "جی ایٹ" نے ایک سخت بیان میں ایران (اور شمالی کوریا) سے بین الاقوامی ایٹمی تحفظات و شرائط کی تعمیل کا مطالبہ کیا۔

امریکا نے اعلان کیا کہ عالمی ایٹمی ایجنسی نے ایران کے بارے میں جو رپورٹ پیش کی ہے، وہ بڑی پریشان کن اور دنیا کے لئے خطرے کی وجہ ہے۔ ایجنسی نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ ایران ایٹمی توانائی کے معاہدے پر عمل درآمد نہیں کر رہا ہے۔ امریکا نے ایران کو خبردار کیا کہ اس کا خفیہ ایٹمی پروگرام علاقائی استحکام، پوری عالمی برادری اور عدم پھیلاؤ معاہدے (این پی ٹی) کے لئے خطرہ ہے۔ امریکا کے الزامات پر شدید ردعمل ظاہر کرتے ہوئے ایران نے امریکا سے مطالبہ کیا کہ ماضی میں القاعدہ نیٹ ورک کی حمایت کرنے سے خود اسے دنیا سے معافی مانگنی چاہئے۔ وزارتِ خارجہ کے ترجمان حامد رضا آصفی نے 1980ء کی دہائی کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ پاکستان کی خفیہ سروس کے ذریعے امریکا نے افغانستان پر روسی قبضے کے خلاف لڑنے والے اسلامی گروپوں کو کروڑوں ڈالر دیئے تھے۔ امریکی امداد کا زیادہ حصہ مجاہدین کے ان گروپوں کو ملا تھا جن میں اسامہ بن لادن سمیت عرب رضا کاروں کا نیٹ ورک بھی شامل تھا۔ ان عرب رضا کاروں میں سے ہی "القاعدہ" نے جنم لیا تھا۔

(شاید) امریکا کے دباؤ کو ہلکا کرنے کے لئے ہی ایران نے پاکستان سے القاعدہ کے ارکان کا اپنے ملک میں داخلہ روکنے کا مطالبہ کیا۔ یہ مطالبہ گویا امریکا کی اس خواہش کی تسکین ہے کہ مسلم ملکوں میں پھوٹ پڑے تو یہ مطالبہ بھارت کی خوشنودی بھی حاصل کرنے کا ذریعہ ہو سکتا ہے جو پاکستان سے کشمیر میں دراندازوں کو روکنے کا مطالبہ کرتا ہے۔ حکومت پاکستان نے اس مطالبے کے رد میں اعلان کیا ہے کہ ایرانی حکومت کو پاکستان پر اتنا اعتماد ضرور ہونا چاہئے کہ وہ کوئی اقدام ایران جیسے دوست اور مسلم ملک کے خلاف نہیں کر سکتا۔ پاکستان نے تو "القاعدہ" کی باقیات کو چن چن کر ختم کر دیا ہے۔ وہ ایران سے آنے والے ارکان کو کیوں پناہ دے گا۔

عراق میں مہلک ہتھیاروں کی تحقیقات

امریکی کانگریس نے وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے مہلک ہتھیاروں کے بارے میں اطلاعات کی وسیع تشہیر اور ان کے مبینہ غلط استعمال کی بھرپور تحقیقات کا حکم دیا ہے جن کو عراق پر فوجی حملے کا جواز بنایا گیا۔ ان تحقیقات کی سماعت کھلی عدالت میں ہو گی اور اس کی کارروائی کو ٹیلی ویژن پر دکھایا جائے گا۔ امریکی خفیہ ادارے "سی آئی اے" نے ان تحقیقات میں بھرپور تعاون کا یقین دلایا ہے۔ بش انتظامیہ پر یہ پہلا داخلہ دباؤ ہے کہ وہ ان دعووں کی پوری طرح سے وضاحت کرے جو اس نے عراق کے خلاف جنگ سے پہلے مہلک ہتھیاروں کے بارے میں کئے تھے۔ یہ تحقیقات امریکی سینٹ، مسلح افواج اور خفیہ ایجنسی کی کمیٹیوں کے زیر انتظام ہوں گی۔

امریکا کے بعد برطانیہ میں بھی ان مبینہ ہتھیاروں کے بارے میں یہ تحقیقات خارجہ امور کی کمیٹی کرے گی اور اس بات کا پتا چلائے گی کہ ان ہتھیاروں کے بارے میں معلومات کو حکومت نے کس حد تک سیاسی طور پر بڑھا چڑھا کر پیش کیا تھا۔ برطانوی وزیراعظم تحقیقات کے عوامی مطالبے کی مزاحمت کرتے رہے ہیں۔ تحقیقات ٹونی بلیئر کی ساکھ کے لئے خطرہ بھی ثابت ہو سکتی ہیں۔ انہیں ان پریشان کن سوالات کا سامنا کرنا پڑے گا کہ عراق میں اب تک وہ ہتھیار کیوں نہیں ملے جنہیں حملے کا اصل جواز قرار دیا گیا تھا۔ دریں اثناء اقوام متحدہ کے معائنہ کاروں کی ٹیم کے سربراہ ہانس بلکس نے سلامتی کونسل میں اپنی رپورٹ پیش کر دی ہے، جس میں یہ بات زور دے کر کہی گئی ہے کہ عراق میں ایسی کوئی شہادت نہیں ملی، جس سے یہ ثابت ہو کہ عراق کے پاس وسیع تباہی والے ہتھیار موجود تھے۔

اسرائیل اور پاکستان

تازہ اور حیران کن خبر یہ ہے کہ اسرائیل نے یقین دہانی کرائی ہے کہ اگر حکومت پاکستان اسے تسلیم کرنے کا فیصلہ کرے تو وہ پاکستان کے ساتھ بھی بھارت جیسا رویّہ اپنائے گا۔ یورپی یونین اور نیٹو میں متعین اسرائیلی سفیر ڈاکٹر اوڈیڈ ایرن نے اخبار "جنگ" کے نمائندے سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اسرائیل نے فلسطینی ریاست کو مان لیا ہے۔ اب پاکستان اور دوسرے ملکوں کو بھی چاہئے کہ وہ ہمیں تسلیم کریں۔ اسرائیلی سفیر نے واضح طور پر کہا کہ اسرائیل پاک بھارت تنازعے میں کسی فریق کی حمایت نہیں کرے گا۔ مصر اور اردن اپنے سفیر تل ابیب دوبارہ بھیجنے پر رضامند ہو گئے ہیں، چنانچہ اسرائیل چاہتا ہے کہ پاکستان اور دیگر مسلم ممالک بھی اسرائیل کو تسلیم کریں۔ انہوں نے کہا کہ بھارت نے ہمیں تسلیم کیا ہے۔ تاہم بھارت کے ساتھ ہمارے تعلقات کو پاکستان اور چین کے لئے خطرہ تصور نہیں کیا جانا چاہئے۔ برسلز میں موجود مغربی سفارت کاروں نے نشان دہی کی ہے کہ پاکستان اسرائیل سے تعلقات کی بحالی پر صدر پرویز مشرف کے دورۂ امریکا کے بعد غور کرے گا۔

چیچن خاتون کا فدائی حملہ

روس نے سال ہا سال سے چیچنیا جیسی چھوٹی سی ریاست کے مسلمانوں کو جس سفا کی کا نشانہ بنا رکھا ہے اور ان کو بنیادی انسانی حقوق سے محروم کر رکھا ہے، وہاں بھی فلسطین اور کشمیر کی طرح فدائی حملے ظالمانہ حالات کا منطقی اور قدرتی ردّعمل ہے۔ 2 جون کو روسی فوج نے چیچنیا کے شمالی علاقے میں ایک جھڑپ میں 8 مجاہدین کو شہید کر دیا۔ تین روز کے بعد 5 جون کو چیچنیا کی ہمسایہ روسی ریاست نارتھ اوسیشیا میں، مزدوک کے ایک بڑے روسی فوجی اڈے کے قریب ایک بس کی رفتار جب چوک پر پہنچنے کے بعد کم ہوئی تو ایک خاتون بھاگتی ہوئی بس کے قریب پہنچی اور اسے اپنے جسم سے باندھے ہوئے دھماکہ خیز مواد سے اڑا دیا۔ اس فدائی حملے میں روسی فضائیہ کے 8 سروس مین اور سات شہری ہلاک ہوئے۔ واضح رہے کہ مزدوک میں روس کا فوجی اڈہ روسی افواج کا ہیڈ کوارٹر ہے۔

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں
ہر اک مقام سے آگے مقام ہے تیرا
حیات ذوقِ سفر کے سوا کچھ اور نہیں

دعوت و تحریک

نجات کی راہ — سورۃ العصر کی روشنی میں

مرتب : پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

سورۃ العصر قرآن پاک کی مختصر ترین سورتوں میں سے ایک ہے۔ جامعیت کے اعتبار سے معانی کا خزانہ اس کے اندر چھپا ہوا ہے۔ اس کے الفاظ حد درجہ سہل ہیں کہ پڑھنے والا آسانی سے اُن کا مطلب سمجھ لیتا ہے۔ عقائد و ایمانیات کے بیان میں اس اختصار کے باوجود اس کے اندر پوری راہنمائی موجود ہے۔ علماء اسے جوامع الکلم (انتہائی جامع کلمات) میں شمار کرتے ہیں۔ امام شافعیؒ کا کہنا ہے کہ اگر لوگ تنہا اسی ایک سورت پر غور کریں تو یہ ان کے لئے کافی ہو جائے۔

یہ سورت صرف تین آیات پر مشتمل ہے۔ پہلی آیت میں زمانے کی قسم کھائی گئی ہے۔ قسم دراصل شہادت یا گواہی کے لئے کھائی جاتی ہے۔ یہاں زمانے کی قسم کھانے کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز آگے بیان ہو رہی ہے اس پر زمانہ گواہ ہے۔ یعنی وقت تیزی کے ساتھ گزر رہا ہے۔ اکثر لوگ اس تیز رفتار وقت کے گزرنے کی اہمیت سے غافل ہیں۔ پس ایسے لوگ حقیقت میں ایک ناکام زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ع. ص. ر کے مادے سے ایک لفظ عصیر بھی بنتا ہے۔ جس کا معنی ہے پھل کا جوس۔ وقت کے ساتھ اس معنی کا لطیف سا ربط ہے کہ جس طرح کسی پھل کا رس نچوڑ لیا جائے تو پھر اُس رس کو واپس پھل میں تبدیل نہیں کیا جا سکتا اسی طرح وقت جو ایک دفعہ گزر گیا وہ کسی حال میں واپس نہیں لوٹایا جا سکتا اور وقت کو گنوانے والے حسرت و یاس کی تصویر بنے بے فائدہ پچھتاتے رہتے ہیں۔ اس کے برعکس جو وقت کی قدر کرتے ہیں۔ وہ اُسے اللہ کے ذکر میں استعمال کرتے ہیں تو انہیں بعد ازاں شرمندگی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔

دوسری آیت میں جس بیان کو قسم کے ساتھ مؤکد کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ انسان خسارے میں جا رہا ہے۔ یعنی گزشتہ اور موجودہ زمانے پر ایک نظر ڈالی جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ انسانوں کی اکثریت مجموعی طور بے مقصد زندگی گزار رہی ہے اور وقت جیسی دولت کو یونہی بے کار مشاغل میں صرف کر رہی ہے۔ اسی حقیقت کو قرآن مجید میں ایک دوسرے مقام پر ﴿قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّكُوْرُ﴾ کے الفاظ سے ظاہر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے شکر گزار بندے تھوڑے ہیں۔ یعنی انسانوں کی ایک قلیل تعداد ہی وقت کی قدر دان ہوتی ہے اور وہ وقت سے صحیح فائدہ اٹھا کر مقصد زندگی کو پورا کرتی ہے۔ اور ایک عظیم اکثریت وہی ہوتی ہے جو دنیا کی چمک دمک اور اس کی رونق میں کھو جاتی ہے۔

تیسری آیت میں استثناء بیان ہوا ہے کہ اگرچہ مجموعی اعتبار سے تو انسان وقت کی بے قدری کر کے خسارے میں جا رہا ہے مگر وہ لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں جو اول ایمان لاتے ہیں یعنی نجات کی اولین شرط پوری کرتے ہیں' اللہ کو وحدہٗ لاشریک مانتے ہیں' اس کی جملہ صفات کو لامحدود تسلیم کرتے ہیں۔ حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا رسول مانتے ہیں۔ پھر اللہ کی طرف سے نبیوں پر اترنے والی کتابوں پر یقین رکھتے ہیں۔ آخرت پر بھی ایمان لاتے ہیں کہ ایک دن رب کے حضور پیش ہو کر اپنے اعمال کی جوابدہی بھی کرنا ہے۔ اسی طرح ملائکہ پر اور اس پر کہ اچھی بری تقدیر اللہ کی طرف سے ہے یقین رکھتے ہیں۔ ان سب باتوں کو دل کے یقین کے ساتھ ماننا ہی ایمان ہے اور اسی ایمان سے دل کو امن' چین اور سکون ملتا ہے۔ پھر یہ لوگ ایمان کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے صالح اعمال کرتے ہیں کیونکہ نیک اعمال حقیقی کامیابی کی طرف لے جاتے ہیں جبکہ برے اعمال انسان کو جہنم کی آگ میں جھونک دینے کا سبب بنتے ہیں۔ لہٰذا صالح اعمال کرنے والا حقیقت شناس انسان اپنے نیک اعمال پر مطمئن نہیں ہوگا بلکہ اس کی یہ لازمی خواہش ہوگی کہ دوسرے لوگ بھی صراط مستقیم کو اختیار کر کے دائمی نعمتوں کے مستحق بنیں کیونکہ بداعمالی حقیقی کامیابی کے راستے میں رکاوٹ بن کر کھڑی ہو جائے گی اور بدکردار لوگوں کو دوزخ میں لے جائے گی۔ پس نیک نفس آدمی یہ بات ہرگز برداشت نہیں کرے گا کہ وہ تو جنت میں چلا جائے اور اُس کے باقی ساتھی' والدین' اولاد' بھائی بند اور دوست احباب برے عمل کر کے جہنم رسید ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کے اس جذبے کا اظہار اس حدیث مبارکہ میں ان الفاظ میں ہوتا ہے: ''تم آگ کے کنارے پر کھڑے ہو اور میں تم کو اس سے بچا رہا ہوں''۔ اوّل رسول اکرم ﷺ کو اور ان کی متابعت میں دوسرے سچے مسلمان کو یہ ہرگز گوارہ نہیں کہ اولادِ آدم کے افراد جہنم رسید ہوں لہٰذا وہ تواصی بالحق کا حق ادا کرتے ہوئے لوگوں کو نیکی کی تعلیم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ ﴿تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ (آل عمران: ۱۱۰) ''تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو''۔

پس جب بروں کو برائی سے روکا جائے گا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ مخالفت کریں گے کیونکہ اس برائی کے ساتھ نہ صرف یہ کہ ان کی طبیعت مانوس ہے بلکہ ان کے مفادات بھی وابستہ ہیں۔ اب کون ٹھنڈے پیٹوں یہ برداشت کرے گا کہ وہ سود کی آمدنی' حرام کی کمائی یا دیگر منکرات کو چھوڑ دے اور رزق حلال اور fair means پر مطمئن ہو کر بڑی بڑی سہولتوں کو چھوڑ دے۔ ظاہر ہے نیک لوگ جب نیکی کی تلقین کریں گے اور برائی کو چھوڑنے کی دعوت دیں گے تو وہ لوگ مخالفت ضرور کریں گے۔ یہ مخالفت دشمنی اور عداوت کی شکل بھی اختیار کر سکتی ہے۔ چنانچہ تواصی بالصبر کے ذریعے بتایا گیا کہ ایسی صورت حال میں صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا بلکہ حکمت اور موعظت کے ساتھ خیر خواہی کا حق ادا کرتے رہنا اور اس راہ میں آنے والی مشکلات کو اللہ کی رضا کی خاطر برداشت کرتے رہنا ہے۔ جو لوگ ایسا طرز عمل اختیار کریں گے' وہ یقیناً کامیاب و کامران ہیں خواہ ان کی دنیاوی زندگی بظاہر کتنی ہی تلخ محسوس ہو۔ ❁

علامہ اقبالؒ کی غیرت مندی

ایک مرتبہ علامہ اقبال کسی مغربی ملک میں بصورت وفد گئے۔ تمام ارکان وفد اپنی بیویوں سمیت جا رہے تھے۔ علامہ اقبالؒ نے اس سے انکار کیا اور کہا ان کی بیوی پردے کی پابند ہیں اور ایسے وفدوں میں پردے کا ذکر تک نہیں آتا۔ (حکیم محمد حسین صاحب عرشی امرتسریؒ) ایک مرتبہ سر محمد شفیع کے ہاں علامہ صاحب مع فیملی مدعو تھے۔ لیکن علامہ صاحب تنہا گئے۔ سر شفیع نے پوچھا بیگم صاحبہ کو کیوں نہیں لائے؟ آپ نے جواب دیا کہ وہ پردے کی پابند ہیں۔ سر شفیع نے کہا۔ یہاں زنانے میں قیام فرما سکتی ہیں۔ علامہ صاحب نے جواب میں کہا۔ بے پردہ گھروں کے ''زنانے'' بھی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ (پیرزادہ محمد بہاؤالحق قاسمی امرتسری' کتاب پردۂ نسواں ص 25)

(مرسلہ: سید مظہر علی ادیب)

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید کا دورۂ پشاور

تنظیم نوجوانانِ پشاور ایک فلاحی تنظیم ہے جو خدمت خلق کے کاموں کے ساتھ ساتھ ربیع الاوّل کے مہینہ میں سیرت النبی ﷺ کانفرنس کا انعقاد بھی کرتی ہے۔ اس سلسلہ میں پہلی سیرت کانفرنس پچھلے سال منعقد کروائی گئی جس میں مختلف مکاتب فکر کے صوبائی سطح کے علماء و قائدین کو مدعو کیا گیا جبکہ اس سال 18 مئی 2003ء کی سیرت کانفرنس کے لئے قومی سطح کے قائدین کو دعوت دی گئی۔ پروگرام کا موضوع تھا ''اتحادِ اُمت' سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں'' امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کو بھی کانفرنس میں شرکت اور خطاب کی دعوت دی گئی۔ محترم عاکف سعید صاحب کی خواہش پر اس پروگرام کے ساتھ ہفتہ 17 مئی بعد نماز مغرب رفقاء کے ساتھ ایک میٹنگ کا اہتمام بھی کیا گیا اس اجتماع میں کل 51 رفقاء نے شرکت کی۔ ان میں کچھ رفقاء نوشہرہ سے بھی شریک ہوئے۔ امیر حلقہ سرحد جنوبی میجر (ر) فتح محمد نے اجتماع کا آغاز کرتے ہوئے رفقاء کا تعارف کروایا اور بعد ازاں امیر محترم کو خطاب کی دعوت دی۔ محترم عاکف سعید صاحب نے سورۃ الملک کی آیت 22 اور ایک حدیث نبویؐ کے حوالے سے اپنی گفتگو کا آغاز کیا اور اللہ کے دین کی نسبت سے ایک دوسرے سے محبت اور تعلق کے حوالے سے اللہ کی محبت کے وجوب کا ذکر کیا۔ اس تمہید کے بعد قراردادِ تاسیس کا تعارف کروایا کہ تنظیم کیوں قائم ہوئی؟ ہم نے شمولیت کیوں اختیار کی؟ اور ہمارا نصب العین کیا ہے؟ بعدازاں قرار دادِ تاسیس کا تفصیلی مطالعہ کروایا گیا۔

اتوار 18 مئی 2003ء کو پروگرام کے مطابق صبح 9:30 بجے اوقاف آڈیٹوریم میں کانفرنس کا آغاز ہونا تھا اور مقررین میں مولانا فضل الرحمٰن' لیاقت بلوچ' حافظ عاکف سعید' سینیٹر سمیع الحق' مولانا محمد اکرم اعوان' مولانا راحت گل اور سینیٹر عبدالمالک کے نام نمایاں تھے۔ جبکہ دعوت نامے کے حساب سے محترم عاکف سعید اور مولانا اکرم اعوان ہی تشریف لائے' باقی حضرات کی حاضری ان کی جماعتوں کے نمائندوں نے پوری کی۔ کانفرنس کا آغاز تقریباً 10:30 بجے ہوا سب سے پہلے مشترک میزبان اور مرکز علوم اسلامیہ راحت آباد کے بانی و مہتمم مولانا راحت گل صاحب نے خطاب کیا۔ مولانا فضل الرحمٰن کی جگہ ان کی نمائندگی سینیٹر مولانا گل نصیب خان نے کی۔ انہوں نے نصاب تعلیم اور نظام تعلیم کے حوالے سے گفتگو کی اور اس کو یکساں کرنے کا عزم دہرایا اور اس راہ میں درپیش مشکلات کا ذکر کیا۔ لیاقت بلوچ صاحب کی نمائندگی سابق ناظم اعلیٰ اسلامی جمعیت طلباء و صوبائی ڈپٹی سیکرٹری جنرل مشتاق احمد خان نے کی۔ انہوں نے مسلم ممالک اور غیر مسلم ممالک کی تعلیم' معیشت اور مختلف اشیاء کے فرق کو نمایاں کیا اور حلف الفضول کے حوالے سے ظالم کا مقابلہ کرنے اور مظلوم کا ساتھ دینے پر زور دیا۔ بعدازاں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کو خطاب کی دعوت دی گئی۔ محترم عاکف سعید نے قرآن اور حدیث کی حوالوں کے ساتھ بھرپور انصاف کیا اور وہ واحد مقرر تھے جو اپنے موضوع پر بولے انہوں نے سورۂ آل عمران اور سورۃ الحجرات کے حوالے سے اتحادِ امت کے اساسات پر خطاب میں اس بات پر زور دیا کہ نظام خلافت کا قیام ہی اتحاد امت کی واحد اساس ہے جو کہ ہم کو پاکستان کی سطح پر متحد کر سکتی ہے اور پوری امت مسلمہ کو بین الاقوامی سطح پر عالمی خلافت کی شکل میں یکجا کر سکتی ہے۔ محترم حافظ عاکف سعید نے رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کا حوالہ دیا جس میں عالمی غلبہ اسلام کی بشارت دی گئی ہے۔

آخر میں صدر مجلس مولانا اکرم اعوان کو خطاب کی دعوت دی گئی۔ محترم اکرم اعوان نے پاکستان میں امت میں اتحاد نہ ہونے کی ایک وجہ یہ بتائی کہ ہم نے ابھی تک اپنی آزاد حیثیت کی حقیقت اور اس کو بطور نعمت اس کی قدر نہیں' جس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم کو آزادی صرف ایک تحریک چلانے پر ملی نہ کہ جہاد فی سبیل اللہ کے نتیجے میں۔ اگر ہم اسے عملاً جانی قربانیاں دے کر اور انگریزوں سے باقاعدہ برسرِ پیکار ہو کر حاصل کرتے تو ہم کو اس کی آج قدر ہوتی اور اس کو ایک نعمت تصور کرتے۔ اس کے علاوہ انہوں نے شگفتہ انداز میں گفتگو کی اور مجلس عمل کو ایل ایف او کے حوالے سے تنقید کا نشانہ بنایا اور تجویز پیش کی کہ دوسرے امور پر غور کرنا چاہئے۔ آخر میں سیرت کانفرنس کے حوالے سے گفتگو کی۔ اجتماع کا اختتام الاخوان کے صوبائی امیر میجر (ر) امان شاہ کی دعا سے ہوا۔ (مرتب: خورشید انجم)

تنظیم اسلامی بیروٹ کی ماہانہ شب بسری

تنظیم اسلامی بیروٹ کی ماہانہ شب بسری 31 مئی 2003ء بروز ہفتہ دفتر تنظیم اسلامی بیروٹ میں منعقد ہوئی۔ پروگرام نماز عصر سے فوراً بعد تقریباً چھ بجے شروع ہوا۔ امیر تنظیم اسلامی بیروٹ نیاز احمد عباسی نے افتتاحی کلمات ادا کئے اور پھر انہوں نے ہی درس قرآن دیا جس کا موضوع ''فکرِ آخرت'' تھا۔

محترم عباسی صاحب نے رفقاء کے سامنے دنیا کی زندگی اور آخرت کی زندگی کا تقابلی جائزہ پیش کیا اور یہ نقطہ نظر واضح کیا کہ آخرت کی زندگی میں انعام و اکرام ان کو ملے گا جو اپنا ہر کام آخرت کی زندگی کو سامنے رکھ کر اور اس کی آخروی جزا کی طلب میں کیا جائے گا۔ انہوں نے قیامت کے دن سفارش کے حقیقی تصور کو بھی واضح کیا اور کہا کہ قیامت میں کوئی ایسی سفارش نہ ہوگی جو مجرم کو چھڑا دے یا بے گناہ کو سزا دلوا دے۔ بلکہ آخرت کا دن تو عدل کا دن ہوگا جہاں ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق اچھا یا برا بدلہ ملے گا۔

اس کے بعد محمد فیاض صاحب نے حقیقت ایمان پر گفتگو کی انہوں نے قانونی ایمان اور حقیقی ایمان کے فرق کو واضح کیا اور حاضرین کو اسلام و ایمان اور احسان کا فرق حدیثِ جبرئیل کے حوالے سے سمجھایا۔

اس کے بعد محمد فہیم صاحب نے ''ایمان کا عمل اور جہاد کے ساتھ تعلق'' کے موضوع پر خطاب کیا انہوں نے حاضرین پر واضح کیا کہ ایمان بغیر عمل کے ایک زبانی دعویٰ ہے جس کی عدالتِ خداوندی میں کوئی وقعت نہیں ہوگی اور جہاد کے بغیر ایمان نامکمل ہے آخر میں انہوں نے بڑے پُرسوز لہجے میں اپنے رفقاء تنظیم کو اقامت دین کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت' جان اور مال کی قربانی دینے کے لئے تاکید کی۔ اس کے بعد ناظم حلقہ پنجاب شمالی خالد محمود عباسی صاحب نے مولانا مودودیؒ کے کتابچہ ''مسلمان کسے کہتے ہیں'' کا اجتماعی مطالعہ کروایا اور مولانا مودودیؒ کے آسان اندازِ تحریر اور حد درجہ جامع الفاظ کو آیات و احادیث کے حوالوں سے سمجھایا حاضرین نے اس سلسلہ کو بہت پسند کیا۔ اس کے بعد ذوالفقار احمد صاحب نے درس حدیث دیا۔ رات کی نشست گیارہ بجے ختم ہوئی۔ صبح نماز فجر کے بعد رفقاء کی اخلاقی تربیت کے لحاظ سے محترم نیاز احمد عباسی نے درس حدیث دیا جس کے بعد یہ پروگرام ختم ہوا۔ شب بسری میں 19 رفقاء کے علاوہ حلقۂ احباب سے 5 افراد شامل ہوئے۔ اللہ حاضرین و معاونین کی سعی کو قبول فرمائے۔ آمین!

(رپورٹ: جمیل الرحمٰن عباسی)

تنظیم اسلامی گوجر خان کا تربیتی و دعوتی اجتماع

تنظیم اسلامی گوجر خان کا تربیتی و دعوتی اجتماع 27 مئی بروز منگل جامع مسجد العابد گوجر خان میں ہوا۔ پروگرام سہ پہر 4:30 بجے شروع ہوا۔ نماز عصر اور نماز مغرب کے وقفوں کے ساتھ رات نو بجے تک جاری رہا۔

پہلی نشست میں جناب خالد محمود عباسی ناظم حلقہ پنجاب شمالی نے رفقاء کو ''ایمان کی کسوٹی'' کتابچے کا مطالعہ کرایا جو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے ایک خطبے پر مشتمل ہے۔

نماز عصر کے بعد دوسری نشست میں خالد محمود عباسی صاحب نے رفقاء کو ''مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج'' کتاب کا مطالعہ کرایا۔ یہ کتاب مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ کے فرمودات کی روشنی میں مولانا احتشام الحسن کاندھلوی کی مرتبہ ہے۔

نماز مغرب کے بعد دعوتی اجتماع ہوا۔ جس کے لئے رفقاء نے ذاتی رابطوں اور ہینڈ بلز کے ذریعے دعوت دی۔ اس کے علاوہ شہر میں بینر بھی لگائے گئے۔ اس پروگرام کے مقرر بھی خالد محمود عباسی صاحب تھے۔ ان کا موضوع "حب رسول ﷺ اور اس کے تقاضے" تھے۔ سب سے پہلے آپ نے حضرت محمد ﷺ کے ساتھ محبت کی اہمیت اور افادیت بیان کی۔ انہوں نے فرمایا کہ "حب رسول ﷺ ایمان کا جزو ہے اور حقیقی محبت کے تقاضوں کو سمجھا جائے اور ان پر عمل کیا جائے۔ یہی ایمان اور محبت کا تقاضا ہے۔ نہ کہ زبانی دعوؤں اور صورت اور لباس کی تعریفوں پر اکتفا کیا جائے۔ آپ نے محبت کے عملی اور حقیقی تقاضوں کو تفصیل سے بیان کیا اور فرمایا کہ حضور نبی اکرمؐ کا مقصد بعثت دین حق کو تمام ادیان پر غالب کرنا تھا۔ اور یہی آپؐ کا مشن تھا اور اسی کے لئے آپؐ نے اپنی پوری حیات مبارکہ میں جدوجہد کی۔ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تربیت کی اور جزیرہ نمائے عرب کی حد تک دین حق کو غالب اور قائم کر کے دکھایا۔ دین حق کو تمام دنیا میں غالب کرنا اب امت محمدؐ کا کام ہے۔ اس مشن کو جاری رکھنے اور اس کے لئے جدوجہد کرنا اپنی جان و مال اور وقت کھپانا۔ حقیقی محبت کا اعلیٰ اور ارفع تقاضا بھی ہے۔ اور یہی حقیقی محبت کا ثبوت ہے۔ (رپورٹ: مرتضیٰ شاہ)

تنظیم اسلامی فیصل آباد شرقی و غربی کے زیر اہتمام چھ روزہ دعوتی پروگرام

پروگرام مورخہ 17/ اپریل بروز جمعرات بعد نماز عشاء شروع ہوا اور 23/ اپریل بعد نماز مغرب اختتام پذیر ہوا۔

یہ پروگرام غلام محمد آباد اور ایوب کالونی کے قرب و جوار میں منعقد ہوا۔ جس میں پروفیسر خان محمد صاحب، ملک احسان الٰہی صاحب، فاروق نذیر صاحب اور لاہور سے خصوصی شرکت اشرف وصی اور چوہدری رحمت اللہ بٹر صاحب نے کی اور مختلف مقامات پر خطابات کئے۔

غلام محمد آباد میں معروف دینی درسگاہ جامعہ قاسمیہ سمیت مختلف مقامات پر 10 خطابات ہوئے۔ غلام محمد آباد اور رضا آباد کے مختلف بازاروں میں واقع تقریباً 10 ویڈیو سنٹرز کے مالکان سے ملاقات کر کے انہیں حلال کاروبار کی ترغیب دی گئی۔

ایوب کالونی جھنگ روڈ کے قرب و جوار میں واقع مساجد میں اللہ اکبر سمیت 16 مقامات پر 20 کے قریب خطابات ہوئے۔ اس پروگرام کی وساطت سے تقریباً 600 افراد تک تنظیم کی دعوت پہنچائی گئی۔ (رپورٹ: حافظ ارشد علی)

تنظیم اسلامی گوجر خان کی دعوتی سرگرمیاں

25/ اپریل، مرکزی ناظم تربیت جناب رحمت اللہ بٹر صاحب گوجر خان تشریف لائے۔ آپ نے جامع مسجد العابد میں جمعۃ المبارک کا خطبہ دیا۔ خطاب کا موضوع اقامت دین اور جماعت کی اہمیت تھا۔

تنظیم اسلامی گوجر خان کے دفتر میں 13/ مئی بروز منگل بعد نماز مغرب ماہانہ درس قرآن ہوا۔ اس میں امیر تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شمالی خالد محمود عباسی صاحب نے سورۃ الکہف کی آیات نمبر 18 تا 22 کا درس دیا۔

تنظیم اسلامی گجرات کی ماہانہ شب بسری

30/ اپریل بروز سوموار بعد از نماز عشاء مرکز تنظیم اسلامی گجرات مسجد تقویٰ میں محترم احسان اللہ انصاری صاحب کی زیر نظامت ماہانہ شب بسری کا انعقاد ہوا۔ پروگرام کا آغاز امیر تنظیم اسلامی گجرات جناب احمد علی بٹ صاحب کے خطاب سے ہوا آپ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ حقیقت واضح کرنے کی کوشش کی کہ

یہ مال و دولت دنیا یہ رشتہ و پیوند
بتانِ وہم و گمان لا الٰہ الا اللہ

آپ نے اپنا تن من دھن اللہ کی راہ میں کھپانے اور دنیوی محبت سے کنارہ کشی کا درس دیا آپ کا خطاب آدھ گھنٹہ جاری رہا جس سے 20 سے 25 کے درمیان شرکاء مستفید ہوئے۔ اس کے بعد محترم عبدالرؤف صاحب نے انتہائی دلنشین انداز میں درس حدیث دیا اور مختلف احادیث کی روشنی میں اپنا طرز عمل درست کرنے کی تلقین کی۔ بعد ازاں جناب میر محمد اقبال صاحب کی جانب سے کھانا پیش کیا گیا۔ کھانے کے وقفے کے بعد "ندائے خلافت" کے حوالے سے خصوصی نشست ہوئی جسے محترم عبدالرؤف صاحب نے ترتیب دیا تھا۔ آپ نے مذاکرے کے آغاز میں مختلف حوالوں سے ہفت روزہ ندائے خلافت کی اہمیت و افادیت کو اجاگر کیا اور اسے اپنی فکر دوسروں تک پہنچانے کا ایک مؤثر ذریعہ قرار دیا۔

آپ نے عام رفقاء سے فرداً فرداً ندائے خلافت پڑھنے اور اسے دوسروں تک پہنچانے کے حوالے سے گفتگو کی۔ آپ نے دوران ماہ ندائے خلافت میں شائع ہونے والے خصوصی مضامین کا خلاصہ بیان کیا اور رفقاء کی دعوتی سرگرمیوں کو مؤثر بنانے کے لئے تنظیم الاخوان کے حوالے سے شائع ایک مضمون سے اقتباس پڑھ کر سنایا جس میں الاخوان کا ایک عام رفیق کس طرح اپنی روزمرہ کی زندگی میں دعوتی سرگرمیوں کو اپنے معمولات کے اُمور کے ساتھ ساتھ ادا کرتا ہے"۔ اس کے بعد میں مذاکراتی انداز میں بحث کیا گیا۔ یہ پروگرام اپنی اہمیت اور افادیت کے باعث مفید ثابت ہوا۔ ساڑھے گیارہ بجے اس مذاکرے کا اختتام ہوا۔ رفقاء بعد ازاں مسنون دعا کے ساتھ اپنے بستروں پر آرام کرنے لگے۔ صبح فجر کی اذان کے ساتھ سب رفقاء اٹھے، نماز فجر کے بعد محترم احسان اللہ انصاری صاحب کے درس حدیث کے بعد پروگرام کا اختتام ہوا۔ (رپورٹ: نادر عزیز رندھاوا)

بقیہ: منبر و محراب

سب سے پہلے یہ بات سمجھ لیجئے کہ امت سے کیا مراد ہے! عربی زبان میں اس کے معنی ہیں اُن لوگوں کا گروہ جو ہم مقصد اور ہم نظریہ ہوں، یہ چاہے کسی بھی قوم یا زبان سے تعلق رکھتے ہوں۔ مسلمان امت کا جب اپنے مقصد یا نظریہ سے تعلق کمزور پڑتا ہے تو امت میں کمزوری آتی ہے۔ وہ نظریہ توحید کا نظریہ ہے۔ توحیدی نظام قائم کرنا مسلمانوں کا مشن ہے اور کتاب (القرآن) کی صورت میں وہ نظریہ اپنی اصل شکل میں موجود ہے جس کا محافظ اللہ ہے۔ جب اس کتاب سے تعلق کمزور پڑے گا تو نظریہ سے بھی تعلق کمزور ہو جائے گا۔ پس جب اس نظریہ سے تعلق کمزور ہو گا تو لازماً امت زوال سے دوچار ہوگی۔

زندہ قوت تھی زمانے میں یہ توحید کبھی
آج کیا ہے؟ فقط اک مسئلۂ علم الکلام!

اسی لئے بنی اسرائیل کے ذکر میں بھی قرآن حکیم میں اس امر کی نشاندہی کی گئی ہے کہ:

"جو لوگ بعد میں کتاب کے وارث ہوتے ہیں وہ اس کے بارے میں شکوک و شبہات میں پڑ جاتے ہیں۔"

یعنی بتدریج اللہ کی کتاب کے ساتھ ان کا تعلق کمزور پڑنے لگتا ہے۔ یہ ہے وہ اصل سبب جہاں سے عقیدہ و عمل کا انحطاط شروع ہوتا ہے۔ مشرکانہ تصورات، بدعات و رسومات، بے عملی، بدعملی رواج پانے لگتے ہیں اور منکرات پھیلتے چلے جاتے ہیں۔ ایمانی قوت ختم ہو جاتی ہے اور دنیا کی محبت اور موت کا خوف ذہن و قلب پر مسلط ہو جاتا ہے اور مسلمانوں کی حیثیت بھیڑ بکریوں کی سی ہو جاتی ہے کہ جو چاہے انہیں اپنا تر نوالہ بنا لے۔ اسی بات کو آنحضور ﷺ نے ایک اصول کی صورت میں یوں بیان فرمایا:

"بے شک اللہ تعالیٰ اس کتاب (یعنی قرآن مجید) کے باعث بہت سی قوموں کو عزت و سربلندی عطا فرمائے گا اور بہت سی قوموں کو (قرآن کے ترک کرنے کی پاداش میں) ذلیل و رسوا کرے گا۔"

بقول اقبال۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر!

❋

ban on such literature reduce Muslim resistance to imposition of godless system in the Muslim world. Therefore, the wise course is to help small governments, such as that in NWFP, develop systems and gradually nurture them in the true spirit of Islam. Let us guide them if they deviate from the true spirit of Islam. But sweeping them off their feet is a folly. Just as sweeping them off the feet in Algeria has helped us achieve nothing, sweeping them off their feet anywhere else will not help us gain anything other than more misery and pain.

End Notes

[1] **Mohammed Daud Miraki, "The Silent Genocide from America," See http://www.rense.com/general37/Invisible Genocid.html**

[2] Alam, Absar. "US okays MMA, Musharraf alliance," *The Nation*, June 02, 2003.

[3] Shahzad, Syed Saleem. "US Support emboldens Musharraf," *Asia Times*, June 03, 2003.

[4] Prusher, Ilene R. "US makes U-turn on Iraq council," *Christain Science Monitor*, June 03, 2003.

[5] BBC, June 01, 2003. See http://news.bbc.co.uk/

[6] 13th Amendment to abolish slavery, Passed by Congress January 31, 1865. Ratified December 6, 1865.

[7] Alam, Absar. "US okays MMA, Musharraf alliance," *The Nation*, June 02, 2003.

[8] Friedman, Thomas L. "Because we could," *The New York Times*, June 04, 2003.

*(*Curtsey: The Nation 08 Jun, 2003)*

راہ نجات ـــــــ سورۃ العصر کا پیغام

بنتِ اسرار

ایمان اور عمل ہوں اور ساتھ دو[۲] تواصی
ہوں گے یہ چار پورے، ہوگی تبھی خلاصی
اِقرار ہو زباں پر اور دل یقیں سے خالی
ایمان گر ہو ایسا' لازم ہے ضربِ کاری
انذار کے عصا سے، یا دل نشیں بیاں سے
پیدا ہو ایسی قوت، مثبت ہو یا کہ منفی
جس سے عمل ہو صالح، چھوٹا ہو یا بڑا ہو
بس منشاءِ خدا ہو، اور ہو طریقِ ہادیؐ
ایمان اور عمل ہیں، دونوں ہی ایسے ساتھی
گر ایک چھوٹ جائے، دوجا بھی ہو فراری
حق کا ہو غلغلہ پھر، یہ عمل کی شرح ہے
حق کے محاذ پہ ہو باطل سے جنگ جاری
لیکن جواب اس کا اوّل ہو صبر سے ہی
چوٹی کا یہ عمل ہے، جس کی ہو رب سے یاری
ایمان کا ہو گلداں، تینوں یہ گل سجے ہوں
جن کی مہک سے مومن، جیئے یہاں وہاں بھی
اور فاسق و منافق جس کی نظر میں یہ سب
کانٹے ہیں یا مصیبت، اُس پر ہے خوف طاری
ایمان والو! اپنے ایمان کو سنبھالو
ایمان کو نہ اتنا غیر اہم تم بنالو
ہے پل صراط دنیا مومن کے واسطے تو
اک لحظہ رب سے غفلت، دے گی تمہیں تباہی
اس زندگی سے جب تک نظریں نہ تم ہٹالو
اور آخرت کی منزل کے ہو نہ جاؤ راہی
ایمان بھی حقیقی اور عمل بھی ہو صالح
حق کی کریں نصیحت اور صبر کی وصیّت
تو زندگی کا مقصد، کچھ پاسکو گے تم سب
ورنہ نجات مشکل اور منتظر تباہی
اے رب! ہمیں عطا کر ایمان کی حلاوت
تیری رضا پہ بنتِ اسرار بس ہو راضی

تنظیمی اطلاع

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب نے مشورہ کے بعد تنظیم اسلامی کے مرکزی شعبہ دعوت و تربیت کے کام کو دو حصوں میں تقسیم کرکے ''شعبہ دعوت'' اور شعبہ تربیت'' دو الگ الگ شعبہ جات قائم کردیئے ہیں:

☆ چوہدری رحمت اللہ بٹر صاحب ناظم دعوت و تربیت آئندہ ناظم دعوت تنظیم اسلامی کی حیثیت سے شعبہ دعوت کی نگہداشت کے ذمہ دار ہوں گے۔

☆ جناب شاہد اسلم صاحب نائب ناظم دعوت و تربیت کو آئندہ ناظم تربیت تنظیم اسلامی کی ذمہ داری تفویض کی گئی ہے۔

Vol:12 Regd. No.LRL-50 No.21
Weekly *Nida-e-Khilafat* Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(E-mail: abidjan@tanzeem.org)

The Blip in NWFP

For many the news that parliament of Pakistan's North West Frontier Province passed a bill to implement *Shari'ah* is far more painful than Mr. Bush's declaration of war on Afghanistan and Iraq, which eventually took lives of thousands of people, and continues to occupy and subjugate millions of people against their will. The anticipated fear of *Shari'ah* is so overwhelming that it blinds us to the injustices, discrimination and exploitation underway all over the world. Compared to the big bangs in Baghdad, it's not even a blip in NWFP.

Will NWFP government now starve 4,500 to 4,800 children to death per month for the coming ten years? Will it kill more than one million people in NWFP by depriving them of. food, medicine and the spare parts necessary to repair their water and sewage systems? Will they use cluster bombs against civilians in major cities? Will *Shari'ah* compel government functionaries in NWFP to bulldoze homes, shoot children, UN officials, journalists and peace activists? Will people in NWFP get so desperate that they would turn to blowing themselves into pieces just to let the world know that they prefer death over living under *Shari'ah*? Will NWFP government now engineer endless massacres such as Qana, Dair Yasin, Baldat al-Shaikh, Khan Yunis, Sabra and Shatila, and Trqumia? And lastly, who will do more damage to NWFP: the "neo-Taliban" or the US which will use any trick up its sleeves to discredit and demonise them? The world has yet to realise that the Taliban didn't kill as many Afghans in 5 years as the US killed in a couple of months with its 22000 bombs to dislodge them. Moreover the invisible genocide continues. (1)

Realistically speaking, nothing even similar to the above will happen, nor has the world turned upside down when an insignificant assembly in the remotest part of the world chose to live by what is part of its national constitution and raison d'être of the state. We really need to find out what makes us consider blips as bangs and bangs as blips.

A closer look at the state of affairs reveals that proponents and promoters of democracy are making two strategic errors. They are embracing one and violating the other principle of democracy to the extreme. There is a fundamentalist obsession for the principle of separation of Church and State — it doesn't matter if 100,000 Algerians are killed but religion should be kept separate from politics. On the other hand, no one minds clear violations of the principle that calls for respecting the will of the majority. We are witnessing this denial of the majority's will in country after country in a bid to defend the former principle.

These two extremes would become the final nails in the coffin of democracy— yet another addition to the list of failures of the man made systems at the hands of its champions and promoters. The principles of democracy and human rights can make the rhetoric attractive, but limiting their use to protestations of kindness and gentleness signals its imminent demise. People on the ground see that the U.S., or nor one for that matter, is not the final arbiter to allow or deny a people the right to have limited or full implementation of their religious values in the state system. A news report recently said that the U.S. will accept "limited Islamisation" in Pakistan. (2) The people read in the same report that the US "supports Musharraf's decision to keep controversial Presidential powers, acquired through LFO, under his belt." Then people keep on reading the headlines: "US support emboldens Musharraf,"(3) "US makes U-turn on Iraq council: A planned Iraqi assembly to elect an interim council was quashed by US officials,"(4) "US 'To Appoint Iraqi Leadership',"(5) and so on. The strategic mistake is to consider US the epitome of goodness, the owner of democracy and freedom — as if such values are product of the American experience alone. No one has forgotten that slavery, abolished by Islam 1400 years ago, was still a legal institution in US till December 1865.(6) It could get rid of its apartheid just less than 50 years ago. How then can it sit in the judgement seat for filtering values and norms that belong to other religions? How can it approve dictatorship for others under the pretext of "assurance against any possible Talibanisation of the governance system"?(7) Compared to the organised and concerted anti-Taliban campaign, it just needs a single diligent researcher to sit and compile atrocities committed in Afghanistan since October 07, 2001 to shatter the myth of Talibanisation. The point is that the US can never go onto country after country because its commentators believe the US doesn't need WMD "to justify the war." It is justified because the US needed to put Iraq "onto progressive path" and "America's future...rides on building a different Iraq."(8) The question is, how many countries would it invade and how many thousands people would it kill to secure American's future or making them progressive in the image of the United States of America. Given a chance to kill this many people and do as much destruction, with as much available force as the US has at its disposal, anyone can come up with any system to call it suitable for addressing all human needs. One just needs to sit and assess the damage that has never been done in human history to impose a system, irrespective of its being right or wrong.

We have given enough chance to faithless systems for running human affairs and addressing their needs. We have experienced inhumane, merciless, totalist political dominations. Whether it was godless communism or the ongoing godless secularism, the life of spirit and the inquiring intellect has been equally denounced, harassed, and propagandized. Let us give faith a chance. Only by the resurrection of religious faith can mankind be kept from total destruction. Even if we deny faith a chance, it's the future any way. The material order rests upon the spiritual order. With the weakening of faith and the moral order, things fall apart; mere anarchy is loosed upon the world. The Hellenic and the Roman cultures went down to dusty death after this fashion. The Romans generously liberated the Greek city-states from the yoke of Macedonia. But it was not long before the Romans felt it necessary to impose upon those Greeks a domination more stifling to Hellenic freedom and culture than ever Macedon had been. The American Caesars are acting likewise.

Remember, it was faith, not the US provided weapons alone, that defeated communism in Afghanistan. Neither the US-published Jihad literature bolstered Afghan resistance to communism, nor would the US-sponsored